نمرہ احمد



بیسویں قسط

حالم کا بنگلہ اس ڈوبتی شام میں اپنے پورے قد کے ساتھ کھڑا تھا۔ اندر لاؤنج کے بڑے صوفے پہ بھاری بھر کم داتن بیٹھی تھی۔ اس کی گھورتی ہوئی نظریں سامنے والے صوفے پہ بیٹھے ایڈم پہ جمی تھیں۔ ٹی شرٹ اور جینز میں ملبوس، وہ سادہ سا نوجوان مسلسل گردن موڑ موڑ کے اطراف کا تنقیدی جائزہ لے رہا تھا۔

وہ دونوں تالیہ کے انتظار میں وہاں بیٹھے تھے۔ ایڈم دیکھ سکتا تھا کہ لاؤنج بہت خوبصورتی سے جدید طرز پہ آراستہ کیا گیا تھا۔ ایک طرف اوپن کچن تھا۔ اوپر جھلملاتے فانوس سجے تھے۔ دائیں طرف زینہ تھا جو اوپر جاتا تھا۔ وسط میں مخملیں صوفے چوکھٹے کی صورت رکھے تھے اور ان پہ وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ ایڈم کی نظریں سائیڈ ٹیبل پہ رکھی ایک نمائشی ایش ٹرے پہ جا ٹکیں تو داتن نے ابرو بھینچ کے اسے دیکھا۔

"یہ تالیہ نے بہت محنت سے سنگاپور سے چرائی تھی۔ اس کو بری نظر سے نہ دیکھو۔"

ایڈم نے اثر لیے بغیر نظروں کا رخ دیوار کی طرف موڑا جہاں سنہرے فریم میں ایک پینٹنگ آویزاں تھی۔



"یہ ہم نے ایک میوزیم کے کیوریٹر کی تحویل سے چرائی تھی۔ اصلی پینٹنگ کو نقلی سے بدل کے۔ وہ اصلی بیچنے جا رہا تھا۔ اس کو نہ ہی دیکھو تو اچھا ہے۔"

ایڈم نے محض ایک چبھتی ہوئی نظر داتن پہ ڈالی اور پھر گردن پوری پھیر لی۔ اب وہ کونے میں رکھے ایک گلدان کو دیکھنے لگا تھا۔

"اس کو چرانے کا سوچنا بھی مت۔ یہ ایک نیلامی کے اسٹور روم سے اٹھایا تھا ہم نے اور....."

"اس گھر میں کوئی ایسی چیز بھی ہے جو یہاں اپنی مرضی سے آئی ہو؟" وہ جل کے بولا تو داتن نے سر سے پیر تک اسے دیکھا۔

"ہاں.... تم!"

ایڈم نے سر جھٹکا جیسے بہت ضبط کیا ہو اور پھر میز پہ رکھے لیپ ٹاپ کی طرف اشارہ کیا۔ "آپ مجھے وہ ویڈیو دکھا دیں جو وان فاتح نے پولیس اسٹیشن میں بنوائی تھی۔ چے تالیہ نے وہی دیکھنے کے لیے مجھے یہاں بلوایا ہے۔"

"مگر وہ خود ابھی تک نہیں آئی۔" داتن مزے سے ڈھیٹ بنی بیٹھی رہی۔

"اور جب وہ آ کے یہ دیکھیں گی کہ آپ نے اتنی دیر مجھے مشکوک گردان کے فارغ بٹھائے رکھا تو ان کی نظروں میں برا کون بنے گا' ہوں؟" معصومیت سے پلکیں جھپکائیں۔

داتن کے تاثرات بدلے۔ پہلے اس منحنی سے لڑکے پہ غصہ آیا مگر پھر خیال آیا کہ وہ درست کہہ رہا ہے۔ چپ چاپ اٹھ کے لیپ ٹاپ پہ ویڈیو لگانے لگی۔

"میں ملاکہ تین دن کے لیے آیا تھا مگر تین گھنٹے بھی نہ رک سکا۔"

وہ دونوں اب ساتھ ساتھ صوفے پہ بیٹھے تھے اور ایڈم لیپ ٹاپ پہ جھکے غور سے ویڈیو دیکھ رہا تھا جہاں اسکرین پہ فاتح اپنا بیان ریکارڈ کروا رہا تھا۔

"مگر وہ تو صرف ایک دن کے لیے ملاکہ آئے تھے۔ اور تین گھنٹے سے زیادہ رکے تھے۔"

اس کے یوں بڑبڑانے پہ داتن نے گھور کے اسے دیکھا۔

"میں ملاکہ سے واپس جا رہا تھا کہ میرا باڈی گارڈ میرے پاس آیا۔ یہ ریکارڈ ہو رہا ہے نا؟" اسکرین پہ نظر آتا فاتح کمشنر سے پوچھ رہا تھا۔

"میں ان کا باڈی گارڈ نہیں' باڈی مین تھا۔" ایڈم نے خفگی سے کہا تو داتن نے زور سے پیر زمین پہ پٹخا۔ وہ چونکا۔

"تم چپ کر کے نہیں دیکھ سکتے؟ غلطی سے باڈی گارڈ بول دیا ہوگا۔"

ایڈم نے سر جھٹکا اور خاموشی سے ویڈیو دیکھنے لگا۔ سارا قصہ سنا کے فاتح کہہ رہا تھا۔ "اس کے بعد سے میرا دماغ غنودگی کی سی کیفیت میں ہے۔ میرا باڈی مین....." رکا اور جیسے تصحیح کی۔ "باڈی گارڈ مجھے گھر لایا۔"

ایڈم تیزی سے سیدھا ہوا۔ "نہیں۔ غلطی نہیں ہے یہ۔ وہ جان بوجھ کے غلط الفاظ بول رہے ہیں۔ یہ ویڈیو انہوں نے ہمارے لیے ریکارڈ کی ہے۔ اس میں کوئی پہیلی ہے۔ کوئی بات جو وہ ہمیں بتانا چاہتے ہیں۔"

اب کے داتن چونکی۔ "واقعی۔ اس نے باڈی مین کہتے کہتے باڈی گارڈ کا لفظ بول دیا۔ یہ غلطی نہیں ہو سکتی۔"

ایڈم نے جلدی سے پینٹ سے چھوٹا سا نوٹ پیڈ نکالا اور قلم سے اس پہ الفاظ گھسیٹنے لگا۔ ویڈیو شروع سے لگا لی۔

"کیا لکھ رہے ہو؟" اب کے داتن کے چہرے کے زاویے بھی سیدھے ہو گئے تھے۔

"ہر وہ لفظ جو وہ بول رہے ہیں۔ غلط الفاظ کا مطلب ہے' وہ چاہتے ہیں ہم ان کے الفاظ پہ غور کریں۔" ویڈیو ختم ہوئی تو اس نے کاغذ چہرے کے سامنے اٹھا کے غور سے دیکھا۔

"وان فاتح جھوٹ اور غیر ضروری الفاظ دونوں سے احتراز برتتے ہیں اور اس ویڈیو میں....."
اس نے پیڈ گھٹنے پہ رکھا اور جگہ جگہ دائرے لگانے لگا۔ "یہ دو الفاظ انہوں نے بار بار دہرائے ہیں۔ "تین" اور "سوال"۔ میں تین دن کے لیے ملا کہ آیا'

تین گھنٹے سے زیادہ نہ رک سکا' وہ تین چور تھے' انہوں نے والٹ موبائل اور پیسے مانگے' وہ تین چیزیں جو چور مانگتے ہیں' یہ ویڈیو مجھے تین منٹ کے اندر اندر بھیج دو۔ ضروری نہیں کہ ہر سوال کا جواب ملے' مجھے تم سے بار بار سوال کرنا اچھا نہیں لگے گا۔" وہ جوش سے اس کے الفاظ دہرا رہا تھا۔

داتن نے گال تلے انگلی رکھے سوچتی نظروں سے اسے دیکھا۔ "تین...سوال...اور اس کا کیا مطلب ہوا؟"

ایڈم کا سارا جوش ایک دم جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ "یہ تو مجھے نہیں پتا۔"

"ہوں۔" داتن کے لبوں پہ طنزیہ مسکراہٹ بکھر گئی۔ دل کو جیسے سکون پہنچا۔

دفعتاً دروازہ کھلا اور تالیہ اندر داخل ہوتی دکھائی دی۔ ہیٹ اور بیگ ہاتھ میں تھا اور چہرے کے زاویے بگڑے ہوئے تھے۔

"چے تالیہ' وان فاتح نے اس ویڈیو میں کوئی ہنٹ چھوڑا ہے اور..."

"یہ آدمی اپنے آپ کو سمجھتا کیا ہے' ہاں؟" اس نے آتے ساتھ ہی غصے سے ہیٹ پرے اچھالا۔ وہ دونوں ہکا بکا سے اسے دیکھنے لگے۔

"آرام سے تالیہ۔" داتن نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ "مانا کہ یہ لڑکا انتہائی نامعقول' منہ پھٹ اور ناقابل برداشت ہے' مگر تم آرام سے بھی اس کو گھر سے نکلنے کا کہہ سکتی ہو۔"

ایڈم نے جواباً کھا جانے والی نظروں سے داتن کو گھورا اور تالیہ نے جھنجھلا کے سیاہ پرس صوفے پہ پھینکا۔

"میں وان فاتح کی بات کر رہی ہوں۔ خود کو کوئی مہاراجہ سمجھتے ہیں وہ.....میں سارا دن ان کی خدمت کروں مگر انہیں میرے ہر کام پہ اعتراض ہوتا ہے۔"

بیگ پھینکنے سے ساری چیزیں الٹ کے زمین پہ جا گریں۔ وہ اب گلابی تمتماتے چہرے کے ساتھ

لاؤنج میں آگے پیچھے ٹہلتے ہوئے غصے سے بولے جا رہی تھی۔

"کافی میرے ہاتھ کی زہر لگتی ہے۔ ٹشو مجھ سے لینا پسند نہیں۔ شوگر لو ہو تو بھی میرا دیا بسکٹ نہیں کھائیں گے۔ اتنا غرور' اتنی حقارت۔ مسئلہ کیا ہے اس شخص کے ساتھ۔"

جب کوئی جواب نہ ملا تو وہ کراہ کے پلٹی اور غصے سے ایڈم کو دیکھا۔ "تم دو منٹ میری ہاں میں ہاں نہیں ملا سکتے؟"

مگر ایڈم اس کے پرس سے گری چیزوں کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ پرس چوری کا نہیں ہے' اچھا۔" داتن نے اسے گھور کے وضاحت دی۔

ایڈم نے جھک کے بسکٹ کا کھلا پیکٹ اٹھایا اور تالیہ کو دیکھا۔

"آپ نے انہیں یہ بسکٹ دیے؟"

"شوگر لو ہو تو اور کیا دیتے ہیں؟ اور یہ ان کے فیورٹ بسکٹ ہیں۔"

ایڈم نے دونوں ابرو بے یقینی سے اٹھائے۔

"چے تالیہ۔ فاتح صاحب کو مونگ پھلی سے شدید الرجی ہے۔ ان کا سانس بند ہو سکتا ہے مونگ پھلی سے' ایک دانہ ان کو آئی سی یو میں پہنچا سکتا ہے اور آپ نے ان کو مونگ پھلی والے بسکٹ دے دیے؟"

ایک دم سے جیسے کسی نے تالیہ پہ ٹھنڈا پانی انڈیل دیا ہو۔ وہ سن سی کھڑی رہ گئی۔

"اور یہ گیلے وائپ...." ایڈم اب زمین پہ جھکا

ایک ایک چیز الٹ پلٹ رہا تھا۔" وہ بھی موہیے کی خوشبو والے۔ ان کو یہ خوشبو ناپسند ہے اور وہ سوکھے ٹشو استعمال کرتے ہیں۔ کافی کون سی بنا رہی ہیں آپ؟"

"کیپی چینو کریم کے ساتھ۔" وہ ہکلائی۔

"وہ Loctose intalerant ہیں۔ دودھ سے بنی چیزیں نہیں پی سکتے اور آپ ان کو دودھ والی کافی دے رہی تھیں۔ اور یہ اخبار.... یہ تو حکومتی پارٹی کا شائع کردہ ہے۔ ان کا حکومتی کالم نگاروں کی تحریریں پڑھ کے بی پی ہائی ہونے لگتا ہے۔"

مگر تالیہ مرادسن نہیں رہی تھی۔ ذہن میں فاتح کے الفاظ گونج رہے تھے۔

"آفس لائف میں تمہیں بہت سے ایسے لوگ ملیں گے جو اپنی خوش اخلاقی اور شہد ٹپکاتی باتوں سے خود کو تمہارا مخلص ترین دوست ثابت کرنے کی کوشش کریں گے لیکن یاد رکھنا۔ آفس لائف میں لوگوں کے اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ ان کی میٹھی زبانوں سے نہیں' ان کے عمل سے کرتے ہیں۔ ہمیشہ یہ دیکھتے ہیں کہ یہ شخص جتنی اچھی یا بری باتیں کرلے' کیا اس کے عمل سے مجھے کوئی فائدہ بھی ہورہا ہے یا نہیں؟"

تو وہ جس کو اس کا تحقیر آمیز رویہ سمجھ رہی تھی' وہ دراصل اس کا ضبط تھا؟ وہ سمجھ رہا تھا کہ وہ جان کے اسے غلط چیزیں دے رہی ہے پھر بھی اس نے اسے نوکری سے نہیں نکالا۔ بس اس کی چیزیں رد کردیں تاکہ وہ خود اپنی تصحیح کرے۔ اس لیے اس نے کہا کہ اس کی پسند ناپسند معلوم کرنا تالیہ کی جاب ہے؟ اور وہ کیا سوچتا ہوگا جب اس نے مونگ پھلی کے بسکٹ دیکھے ہوں گے؟ کہ وہ اسے مارنا چاہتی ہے؟

"تم جان بوجھ کے یہ کر رہی ہو؟" سارا غصہ ضبط کرکے بس اتنا کہا گویا اسے جھنجوڑا۔ وہ اسے نوکری سے نہیں نکالنا چاہتا تھا۔ وہ اسے کام کرنے کا موقع دے رہا تھا۔ یا اللہ.... وہ اپنا کیا امپریشن دے رہی تھی۔

"عبداللہ.... عبداللہ نے مجھے غلط گائیڈ کیا۔" اس کے ذہن میں جھکڑ چل رہے تھے۔

"عبداللہ کی جگہ آپ مجھ سے پوچھتیں تو.... خیر.... یہ دیکھیں...."

داتن نے چونک کے اسے دیکھا جو' اب جوش سے تالیہ کو کاغذ دکھانے لگا۔ تالیہ اس کے ساتھ آبیٹھی اور بے دھیانی سے سننے لگی۔

"ہم نے اس ویڈیو سے ایک نتیجہ نکالا ہے کہ..."

(ہم نے ؟) وہ اپنی ذہانت کو داتن اور اپنا مشترکہ کام بتا رہا تھا۔ داتن کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑنے لگے۔

"تین سوال ؟ کیا مطلب ہوا اس کا ؟" تالیہ نے بے توجہی سے اسے دیکھا۔

ایڈم نے شانے اچکا دیے۔ "ہم کیسے جان پائیں گے۔"

"داتن... تھانے کے بعد وہ کہاں گئے تھے؟ یہ ویڈیو تو بارہ بجے کے بعد کی ہے جبکہ وہ چار پانچ بجے تک گھر سے باہر رہے ہیں۔ کیا ہم شہر کے دوسرے سی سی ٹی وی کیمروں سے ان کی نقل و حرکت معلوم کر سکتے ہیں؟"

"ہاں بالکل' میرے پاس جوالہ دین کا چراغ ہے وہ جھٹ سے ایسا کردے گا۔" داتن مصنوعی ناراضی سے بولی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یار داتن...." تالیہ کراہی۔ ایک تو پہلے عبداللہ اور اب یہ داتن....

"ایک دو دکانوں کے باہر لگے کیمروں کی فوٹیج تو میں نکلوا سکتی ہوں مگر ہر سڑک کے کیمرے کا ریکارڈ لینا ناممکن ہے۔ مچھلی بنائی ہے میں نے۔ اور سنو تم لڑکے.... تم کھانا کھا کے جانا۔ پتا نہیں زندگی میں کبھی مچھلی تمہیں نصیب ہوئی بھی ہے یا نہیں۔" بڑبڑاتے ہوئے کہتی کچن کی طرف چلی گئی۔ ایڈم پیچھے سے

چمک کے بولا۔
"جب بھی نصیب ہوئی ہے، الحمد للہ حلال کی ہوئی ہے۔"
پھر مڑا تو دیکھا.... تالیہ سوچتے ہوئے اسکرین کو دیکھ رہی تھی۔ ٹھوڑی ہتھیلی پہ گرا رکھی تھی۔
"وان فاتح نے اس رات کیا کیا تھا؟ وہ ہمیں کیا بتانا چاہ رہے ہیں جو ڈائریکٹ ای میل میں نہیں لکھ سکے؟ کیا اس جادو سے نکلنے کا کوئی طریقہ ہے؟"
وہ چونکی۔ "کیا ان کی یادوں کے واپس آنے کا کوئی راستہ ہے۔"
"آپ کی یادداشت بھی تو ٹکڑوں کی صورت میں کچھ کچھ واپس آئی تھی۔"
"جب میں کے ایل آئی تھی اتنے سال بعد تو ائیرپورٹ پہ مجھے پہلی دفعہ خواب سا دکھائی دیا تھا۔ اس کے بعد وقفے وقفے سے کبھی کبھی کوئی بچپن کا وژن آتا تھا۔ کبھی ماضی کا۔ کبھی مستقبل کا۔"
"جب آپ کو پہلی دفعہ کوئی وژن نظر آیا تھا تو ایسا کیا تھا جو اس کا محرک بنا تھا؟"
"مجھے نہیں یاد، ایڈم۔" اس نے مایوسی سے سر جھٹکا۔ "اور ابھی میرے ذہن میں صرف عبداللہ گھوم رہا ہے۔ اس کی تو میں کل خبر لیتی ہوں۔"
"دایاں ہاتھ کٹوا دیجیے گا اس کا۔ اوہ سوری، یاد آیا۔ اب تو آپ کسی کا ہاتھ بھی نہیں کٹوا سکتیں۔" مسکرا کے بولا اور اپنے کاغذ سمیٹنے لگا۔ تالیہ اتنی کبیدہ خاطر تھی کہ جواب میں کچھ بولی ہی نہیں۔

آفس کیبن قطار میں بنے تھے اور اس صبح وہ فون کی گھنٹیوں، ٹائپنگ کی آوازوں اور گفتگو کی بھنبھناہٹ سے گونج رہے تھے۔ ایسے میں عبداللہ اپنی شرٹ کا کالر درست کرتا کیبن کے درمیانی راستے سے گزرتا آگے بڑھ رہا تھا۔ راہداری کے ایک طرف وان فاتح کا آفس تھا جس کے باہر تالیہ بیٹھی تھی اور سیکریٹری کی کرسی پہ عثمان براجمان لیپ ٹاپ پہ کام کرتا دکھائی دے رہا تھا۔

"سر اندر ہیں؟ انہوں نے بلوایا تھا۔" عبداللہ خوش دلی سے کہتا قریب آیا تو عثمان نے چونک کے گردن اٹھائی۔
"سر نے بلوایا؟ کس وقت کے لیے؟" اس نے اچنبھے سے کہتے اپنی ڈائری کھولی تو تالیہ مسکراتی ہوئی کھڑی ہوئی۔ پھولدار فراک پہ سر کے اوپر ترچھا سفید ہیٹ جما رکھا تھا۔
"بہت اچھا لگا تمہیں یہاں دیکھ کے عبداللہ!" وہ بہت اپنائیت سے کہہ رہی تھی۔ "دراصل میں نے بلوایا تھا تمہیں۔"
عبداللہ کی مسکراہٹ پھیکی پڑی۔ اس کا ماتھا ٹھنکا۔
"بچے تالیہ.... میں...."
"شش!" تالیہ نے مسکراتے ہوئے لبوں پہ انگلی رکھی اور چند قدم چل کے قریب آئی۔ اب اس کے عین سامنے کھڑے ہو کر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ "یہ تمہاری لکھائی میں لکھی جے ڈی ہے عبداللہ۔" شفاف پلاسٹک بیگ میں مقید کاغذ لہرایا۔
"تم جانتے ہو میں نے اسے پلاسٹک بیگ میں کیوں بند کر رکھا ہے؟"
عبداللہ نے تھوک نگلا مگر بظاہر کندھے اچکائے۔ "دیکھیں میں...."
"کیونکہ یہ Conspiracy to murder کا ثبوت ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے چبا چبا کے کہہ رہی تھی۔
"تم نے لکھا کہ وہ مونگ پھلی کے بسکٹ شوق سے کھاتے ہیں۔ تم ان کو میرے ہاتھوں قتل کروانا



چاہتے تھے کیا؟"

"چے تالیہ۔" عثمان اٹھ کھڑا ہوا اور مصالحتی انداز میں مداخلت کی کوشش کی تو وہ تیزی سے اس کی طرف گھومی۔

"عثمان صاحب' آپ جانتے تھے کہ یہ مجھے غلط گائیڈ کر کے گیا ہے لیکن آپ نے ایک دفعہ بھی مجھے احساس نہیں دلایا۔ جیسے تب چپ رہے ویسے اب بھی چپ رہیں۔" پھر شعلہ بار نظروں سے واپس عبداللہ کو دیکھا۔

"چے تالیہ... غلطی سے شاید....."

"اپنی وضاحت بچا کے رکھو۔ تم صرف مجھے ڈانٹ پڑوانا چاہتے تھے' میں جانتی ہوں تم ان کو قتل نہیں کرنا چاہتے اور یہی بات تم اندر جا کے انہیں بتاؤ گے۔"

"چے تالیہ۔ دیکھیں یہ....."

"اگر تم نہیں بتاؤ گے تو میں بتا دوں گی لیکن تمہیں زندگی گزارنے کا ایک گر بتاؤں عبداللہ؟ جس کو دھوکہ دیا جاتا ہے' اسے اپنے منہ سے سچ بتانا بہتر ہوتا ہے بجائے اس کے کہ اسے کسی تیسرے شخص سے پتہ چلے۔ جاؤ۔ وہ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

پلاسٹک بیگ اس کی طرف بڑھایا تو عبداللہ نے لب بھینچ لیے اور بیگ تھاما۔ پھر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

عثمان کرسی پہ بیٹھ گیا لیکن بار بار افسوس سے بند دروازے کو دیکھتا تھا۔

"چے تالیہ! یہ آفس کے معاملات' ہمیں آپس میں حل کرنے چاہئیں۔ ہر بات باس کو بتانا آپ کے لیے مشکلات کھڑی کر سکتا ہے۔"

"عثمان انچے! (صاحب)" اس نے سینے پہ بازو لپیٹے اور مسکرا کے اسے دیکھا۔

"میری ایک بات آج آپ لکھ کے رکھ لیں۔ تالیہ مراد اگر سب کے ساتھ ایمان داری سے معاملات کر رہی ہے' تو اس کے ساتھ غلط بیانی کرنے والے کو سزا ملنی چاہیے۔"

عثمان نے خاموشی سے لیپ ٹاپ اپنے سامنے کر لیا اور ٹائپ کرنے لگا۔

کچھ دیر بعد عبداللہ باہر آیا اور خاموشی سے تالیہ کو دیکھتے ہوئے کاغذ کے چار ٹکڑے کر کے ڈسٹ بن میں پھینکے۔

"آئی ایم سوری! چے تالیہ۔" جیسے زبردستی یہ الفاظ ادا کیے۔ پھر ٹھہرا۔

"آپ باس کو پہلے ہی بتا چکی تھیں تو مجھے اعتراف کرنے کو کیوں کہا؟"

"یہ بتایا تھا کہ غلطی کی ہے۔ یہ نہیں بتایا تھا کہ کیا غلطی کی ہے۔ بہر حال' باس نے یقیناً تمہیں کہا ہو گا کہ مجھ سے معافی مانگو بعد میں تمہیں عثمان سے لیٹر بنوا دوں گی۔"

"میرا ٹرمینیشن لیٹر' رائٹ!" وہ کڑواہٹ سے بولا۔ چہرے پہ بے بسی بھرا غصہ تھا۔ تالیہ نے پرس سے ایک کاغذ نکالا اور عثمان کی میز پہ لا رکھا۔

"یہ عبداللہ کا اپائنٹمنٹ لیٹر ہے۔ ہم عبداللہ کو اکاؤنٹس میں ایک بہتر جاب دے رہے ہیں۔" وہ سنجیدگی سے بولی' عثمان کا منہ کھل گیا۔ عبداللہ نے بھی بے یقینی سے اسے مڑ کے دیکھا۔

"آپ مجھے جاب دلوا رہی ہیں؟ دوبارہ؟"

"ہاں' کیونکہ تم نے وان فاتح سے سچ بولا ہے۔ اور تمہاری اس سے بڑی سزا کیا ہو گی کہ تم روز ایک ہی آفس میں ان کا سامنا کرو گے اور روز اپنی حرکت پہ شرمندہ ہو گے۔" رکھائی سے کہہ کے عبداللہ کو گھورا۔ عبداللہ دل سے شرمندہ نہ تھا' اسے بے بسی بھرا غصہ تھا' مگر اس بات نے اس پہ گویا گھڑوں پانی ڈال دیا۔ چپ چاپ عثمان کے قریب چلا آیا۔

(اگر اپنی لکھائی میں نہ لکھتا تو یہ کبھی میرے خلاف اسے نہ استعمال کر سکتی۔)

تالیہ کافی بنا کے واپس آئی تو عبداللہ جا چکا تھا اور عثمان اسی طرح بیٹھا تھا۔ اسے دیکھ کے کھنکھارا۔

"مجھے خوشی ہے اس کی جاب نہیں گئی' چے تالیہ! جاب کا چھوٹ جانا انسان کے ساتھ کیا کر دیتا ہے' آپ نہیں جانتیں۔" عثمان نے تنبیہ کی مگر اس نے محض سر جھٹک دیا۔

"اعمال کے نتائج ہوتے ہیں جو بھگتنے پڑتے ہیں۔"

فاتح عینک لگائے ایک فائل کا مطالعہ کررہا تھا۔ اسے دیکھ کے نظریں اٹھائیں۔

"تو اس نے تمہیں غلط ڈی جے دی تھی؟ معافی مانگی اس نے تم سے؟" انداز دوستانہ تھا۔

صبح اس کی ساری بات سن کے اس نے بس یہی کہا تھا کہ وہ تم سے معافی مانگ لے تو ہم اسے دوبارہ اسی آفس میں اکوموڈیٹ کردیں گے۔

"جی سر' مانگ لی۔ پوچھ سکتی ہوں کہ آپ نے اسے جاب سے کیوں نہیں نکالا؟" اس نے کافی کا مگ اس کے سامنے میز پہ رکھا اور اچنبھے سے بولی۔

"آپ تو سچ جھوٹ کے معاملے میں بہت سخت ہیں۔ پھر کیوں اسے رکھ لیا؟"

"کیونکہ مجھے الیکشن لڑنا ہے' تاشہ۔ میں اپنے ساتھ سولہ گھنٹے گزارنے والے لڑکے کو اس موقع پہ اپنا دشمن نہیں بنا سکتا۔ اور یہ تم لوگوں کی ایک دوسرے کے خلاف آفس پالیٹکس تو چلتی رہے گی۔" وہاں سکون ہی سکون تھا۔

"رائٹ سر۔ یہ رہی آپ کی کافی' جو آپ کو واقعی پسند ہے۔" پھر اس نے ایک گم کا پیکٹ میز پہ رکھا۔ "یہ رہی کرنچی گمز کیونکہ آپ کام کرتے ہوئے سوگی گمز نہیں چباتے۔ اور ہاں.... آپ کے کوٹ سے آپ کی فلیگ پن گرگئی تھی تو میں یہ نئی لے آئی ہوں۔ دو ایکسٹرا فلیگ پنز میرے بیگ میں بھی ہیں۔" مہارت سے بتاتے ہوئے وہ اسٹینڈ تک آئی اور ایک ننھی جھنڈے والی پن اس کے کوٹ پہ لگائی۔

فاتح نے مسکرا کے اسے دیکھا۔

"اور اب تمہیں ایک دم سے میری پسند ناپسند کا علم ہوگیا؟"

"وہ کیا ہے سر کہ یہ میری جاب ہے۔" تالیہ مراد اس کی طرف گھومی اور مسکرا کے بولی۔

"میں نے عبداللہ پہ بھروسہ کرکے سستی دکھائی تھی لیکن اب میں نے آپ پہ ریسرچ کی ہے اور آپ کے نئے پرانے سب انٹرویوز دیکھ اور پڑھ ڈالے۔ امید ہے اب میں آپ کی ہر چیز کا خیال رکھ

سکوں گی۔ ویسے آپ کا وہ بٹوہ کہاں گیا جس میں آپ پاپ کارن کے دانے رکھتے تھے؟"

ایک دم گرم کڑوے گھونٹ نے فاتح کی زبان جلا ڈالی۔ اس نے تیزی سے مگ نیچے کیا۔ مسکراہٹ غائب ہوئی اور پیشانی پہ سلوٹیں پڑیں۔

"کون سا بٹوہ؟ یہ کس نے کہا تمہیں؟"

"آپ نے۔ آپ نے ہی تو کہا تھا کہ آپ کی پسند ناپسند کا پتا چلانا میری جاب ہے اور میں اپنی جاب آخری حد تک کرنا جانتی ہوں سر۔ انٹرویو والے روز میں نے آپ سے کہا تھا نا' تالیہ مراد کو سب کرنا آتا ہے۔ امید ہے الیکشن تک آپ مجھے بھی فائر کرنے کا نہیں سوچیں گے۔ وہ بٹوہ آپ کے پاس ہوتا تھا ہمیشہ۔ اب نہیں ہے۔ اسے ڈھونڈ لیجیے گا۔" جتاتی مسکراہٹ سے کہتی وہ مڑی اور باہر نکل گئی۔

وان فاتح کچھ دیر لب بھینچے بیٹھا رہا۔ پھر موبائل اٹھایا اور تیزی سے انگلیوں کو کی پیڈ پہ حرکت دی۔

"حالم..... کچھ علم ہوا کہ اس رات میرے ساتھ کیا ہوا تھا؟" ایک یہی معمہ تھا جو حل نہیں ہو رہا تھا۔

وہ باہر کرسی پہ بیٹھی اس کا پیغام پڑھ رہی تھی۔ پھر جواب لکھنا شروع کیا۔

"میں کوشش کر رہا ہوں' فاتح صاحب۔ امید ہے آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔"

پھر اس نے ہینڈز فری کانوں میں لگائے اور وہیں بیٹھے بیٹھے وہ ویڈیو دوبارہ دیکھنے لگی۔ رات تو عبداللہ کی وجہ سے ذہن بٹا ہوا تھا۔ اب پوری توجہ سے اس کا ایک ایک لفظ سننے لگی۔ تین..... سوال..... وہ ان الفاظ کو بار بار دہرا رہا تھا۔ آخر کیا مطلب تھا ان کا؟ وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

☆☆☆

وہ ایک شور سے بھرپور آفس تھا۔ لوگ ہر کونے سے گویا نکل نکل کے آ جا رہے تھے۔ فون کی گھنٹیاں کانوں میں صور پھونک رہی تھیں۔ ہر کوئی بول رہا تھا' چل رہا تھا۔ ایسے میں ایڈم بن محمد ایک فولڈر تھامے دھڑکتے دل کے ساتھ راہ داری میں آگے بڑھ رہا تھا۔ ایک دروازے کے سامنے وہ رکا اور ٹائی درست کی۔ تالیہ کی ہدایت کے مطابق اس نے سوٹ پہنا تھا جس میں وہ شدید غیر آرام دہ تھا۔ دروازے کو کھٹکھٹایا اور اندر جھانکا۔

اندر ایک ادھیڑ عمر صاحب فائلوں میں الجھے ہوئے تھے۔ وہ ایک ٹیبلوئڈ کا دفتر تھا۔ یہ دلچسپ اور سنسنی خیز قسم کے میگزین ہوتے ہیں جو عام خبروں سے زیادہ چٹ پٹے اسکینڈلز کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس آفس میں بھی جا بجا ایسے ہی پوسٹرز لگے تھے۔ اسے دیکھ کے ان صاحب نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

"آ جاؤ' آ جاؤ۔" پھر سر کھجایا۔ الجھے انداز میں فائلز آگے پیچھے کیں۔ وہ شدید مصروف نظر آ رہے تھے۔

"میں حالم کے ریفرنس سے آیا ہوں۔" وہ سامنے بیٹھا اور کھنکھارتے ہوئے فولڈر میز پہ رکھا۔ "اس میں حالم کی طرف سے ایک سفارشی لیٹر بھی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ آپ کو ایک رپورٹر کی ضرورت ہے۔ جو حقیقی واقعات کو دلچسپ کہانی کی صورت لکھ سکے۔"

"دیکھو میاں! ضرورت تو ہمیں کسی کی نہیں ہے' لیکن حالم کے احسان بہت ہیں مجھ پہ تو میں تمہیں نوکری دے دیتا ہوں۔" انہوں نے فولڈر اپنے قریب کھسکایا مگر اسے کھولا نہیں۔ بس سادے انداز میں بتانے لگا۔ ایڈم کے کندھے ڈھلک گئے۔ لیکن پھر دوبارہ اپنے جوش کو جگاتے ہوئے بولا۔

"اگر آپ مشہور ایکٹرس ڈیزی مل کے اسکینڈل پہ لکھی میری تحریر پڑھ لیں تو میں شکر گزار ہوں گا۔ اور....."

"سمجھو میں نے پڑھ لیں۔ اور تمہیں بطور فری لانس رپورٹر رکھ رہا ہوں۔ تنخواہ مل جایا کرے گی اور آفس آؤ نہ آؤ تمہاری مرضی ہے۔ چاہے سارے شہر کی خاک چھانتے رہو' مگر ہفتے میں ایک دن آ کے تمہیں کوئی سنسنی خیز اسٹوری جمع کرانی ہو گی۔ ہمارا ٹیبلوئڈ

پرنٹ سے زیادہ آن لائن چلتا ہے۔
دیکھو میاں یہ کتابوں کا دور تو رہا نہیں۔ یہ اسکرین کا دور ہے' اس لیے تصویریں' ویڈیوز' آرٹیکلز' جو بھی ہوئے لے آیا کرو۔ اب اگر تمہاری طبیعت پہ گراں نہ گزرے تو باہر تشریف لے جاؤ کیونکہ میں اس اداکارہ کے ایک دم اسکارف اوڑھ لینے کو کوئی سازشی رخ دے کر کہانی بنانا چاہ رہا ہوں۔" ایک تصویر لہرا کے دکھائی۔ وہاں تو نہ لحاظ تھا' نہ مروت۔ کھڑوس ایڈیٹر نے ایک ہی سانس میں اس کے سفارشی اور اپنے جھوٹے ہونے کی تصدیق کی اور جانے کا اشارہ کیا۔
"پڑھ ضرور لیجیے گا' سر۔" وہ گہری سانس لے کر بولا اور پھر تھکے تھکے انداز میں باہر نکل گیا۔
(کتابوں کا دور نہیں رہا۔) یہ الفاظ میگزین کے دفتر سے گھر تک اس کا پیچھا کرتے آئے تھے۔ گھر کے قریب چھوٹی سی مارکیٹ میں وہ کتابوں کی دکان کے سامنے رک گیا۔ بدقت قدم اٹھائے اور قریب آیا۔
"بنگارا یا ملایو ہے؟" تھوک نگل کے استفسار کیا۔ وہ کورس کی کتاب تھی اور ہر جگہ مل جاتی تھی۔ دکان دار نے جھٹ اسے تھما دی۔ ایڈم نے دونوں ہاتھوں میں اسے تھاما اور اوپر چہرے کے سامنے لے آیا۔ دھوپ میں اس کا سرورق چمک رہا تھا۔ ملایا کا پھول از آدم بن محمد۔
ایک اداس مسکراہٹ اس کے لبوں پہ بکھر گئی۔ پھر اس نے نفی میں سر ہلایا اور کتاب واپس کر دی۔ دکاندار حیران ہوا۔
"نہیں چاہیے؟"
(ایسی کتابیں پڑھ کے ماضی کی خوفناک قید یاد آنے لگے گی اور اس سب کو یاد کرنے کے لیے بہت حوصلہ چاہیے۔) دل میں سوچا مگر کہا صرف اتنا۔
"ابھی نہیں۔ کچھ وقت گزر جائے تو شاید اسے خرید لوں یا جیسے بچپن میں چوائس میں چھوڑ دیا تھا' اب بھی چھوڑ دوں۔ اس کو پڑھنا یا نہ پڑھنا میری اپنی چوائس ہے۔"
دکان دار نے کتاب رکھ لی اور ایک اچٹتی نظر اس نوجوان پہ ڈالی جواب قدم اٹھاتا دور جا رہا تھا۔ دنیا عجیب و غریب نمونوں سے بھری پڑی ہے۔ دکان دار نے سوچا اور سر جھٹک کے دوبارہ کام کرنے لگا۔

☆☆☆

وہ گھر میں داخل ہوا تو چھوٹے باغیچے میں ٹھنڈی چھایا اتری تھی۔ مرغی اپنے پنجرے میں پرسکون بیٹھی چوزوں کو پروں میں دبائے ہوئے تھی۔ دیوار پہ رکھی باجرے کی پلیٹ سے پرندے دانے چگ رہے تھے۔ اس نے اندر آ کر گیٹ بند کیا تو پرندے جھپاک سے اڑ گئے۔ وہ سیدھا ہوا تو دیکھا' برآمدے میں ماں کھڑی سوگوار گیلی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔
"ماں؟ کچھ ہوا ہے کیا؟" اس کا ہاتھ دھیرے سے پہلو میں آ گرا۔ نظریں ماں پہ جم گئیں۔
"ایڈم۔ فاطمہ کے والد نے شادی سے انکار کر دیا ہے۔ منگنی کا سامان بھی واپس بھیج رہا ہے۔" ابو نے پلکیں جھپکائیں تو آنسو ٹوٹ کے گرتے گئے۔ ایڈم نے دیکھا' پہلے بائیں آنکھ سے آنسو گرا تھا۔ اس نے کہیں پڑھا تھا کہ جب انسان دکھ سے روتا ہے تو آنسو بائیں آنکھ سے پہلے گرتا ہے۔ جب خوشی سے روتا ہے تو دائیں سے۔ اس کی نظر اس آنسو کے ساتھ نیچے لڑھکتی گئی۔
"میں نے ان کو بہت سمجھایا مگر وہ نہیں مانے۔ تمہاری نوکری کو اتنا بڑا مسئلہ بنا دیا۔"
"مجھے ....." اس کے الفاظ ٹوٹے۔ "نوکری مل گئی ہے' ابو۔"
آنسو پہ ٹکی نظر ابو کی ٹھوڑی کے ساتھ نیچے جھکی۔ "تنخواہ بھی اچھی ہے۔ اور نوکری بھی۔"
"وہ اپنا ذہن بنا چکے ہیں۔ اب نہیں بدلیں گے۔"
"کوئی بات نہیں' ابو۔" آنسو گریبان میں جذب ہو گیا تو ایڈم کا سکتہ ٹوٹا۔ بس گہری سانس لی

اور آگے آیا۔ ''میں افسردہ نہیں ہوں۔''
''ایڈم' تم میرا دل رکھنے کے لیے کہہ رہے ہو' مجھے معلوم ہے۔'' ایبو نے بے آواز روتے ہوئے اس کا بازو تھاما تو اس نے نرمی سے نفی میں سر ہلایا۔
''نہیں' ماں۔ میں نے ایک بات جان لی ہے کہ کچھ لوگ ہماری زندگی میں صرف تھوڑے وقت کے لیے آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو لاتا ہے اور پھر نکال بھی لے جاتا ہے۔ تکلیف ہوتی ہے مگر دنیا کا کوئی انسان ایسا نہیں ہے جس نے کسی کو کھویا نہ ہو۔ سب کسی نہ کسی کو کھوتے ہیں۔
ماں۔ کوئی بے وفائی کے ہاتھوں' کوئی موت کے باعث اور کوئی ذرا سی غلط فہمی کی وجہ سے۔''
''مگر تمہارا کوئی قصور نہیں تھا۔ بے قصور ہوتے ہوئے کوئی ہمیں چھوڑ دے..... یہ تو نا انصافی ہوتی ہے۔''
''کہانا' لوگ ہمیں کچھ سکھانے کے لیے آتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو اس لیے ہم سے دور کر دیتا ہے تاکہ ہم اپنے آپ سے قریب ہو سکیں۔ میں اپنے اصل سے متعارف ہو چکا ہوں' ماں۔ مجھے زندگی کچھ کچھ سمجھ میں آنے لگی ہے۔ میں نے فاطمہ کے لیے لکھنا نہیں چھوڑا۔ کسی عام سی زندگی اور نوکری پہ راضی نہیں ہوا۔ مجھے عام زندگی نہیں چاہیے۔ ''ماضی'' نے مجھے یہ سکھایا ہے کہ اگر ایڈم بن محمد کے تایا اس کے بارے میں بڑے خواب دیکھ سکتے تھے' تو ایڈم ان کو پورا بھی کر سکتا ہے۔''
''ایڈم ..... تم کچھ دن ہر چیز سے دور ہو کے چھٹیاں گزارنے کہیں دور چلے جاؤ۔ اپنے ذہن کو سکون دو اور.....'' ایبو پریشانی سے اس کا اتنا پرسکون انداز دیکھ رہی تھی۔
''اس شور ہنگاموں سے بھرپور دنیا سے دور بہت چھٹیاں گزار لیں ایڈم نے' ماں۔ اب اس دنیا میں واپس آنے کا وقت ہے۔ اب اس دنیا کے راز کھوجنے کا وقت ہے۔ میں ملاکہ جا رہا ہوں۔ وہاں کچھ ہے جو میرا منتظر ہے۔''

نرمی سے کہہ کے وہ اندر کی طرف بڑھ گیا۔ ایبو اسے بھیگی آنکھوں سے جاتے دیکھتی رہی۔ وہ ٹوٹے دل کے ساتھ نوکری کیسے کرے گا؟ وہ پریشان تھی۔ مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اس کا دل قدیم ملاکہ میں کب کا ٹوٹ چکا تھا۔ اب تو دل کو دوبارہ سے جوڑنے کا وقت تھا۔

☆☆☆

رات بھر بارش برستی رہی تو صبح تک کے ایل کی سڑکیں خوب گیلی اور موسم خوب ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ سڑک پہ گاڑیاں معمول کی رفتار سے گزر رہی تھیں اور فٹ پاتھ پہ وان فاتح تیز تیز دوڑتا جا رہا تھا۔
ایک دم ایک سائیکل عین اس کے سامنے آرکی۔ وہ تیزی سے رکا اور پیچھے ہٹا۔ اگر بروقت نہ رکتا تو سائیکل والے سے ٹکرا جاتا۔ کانوں سے ہینڈز فری نکالتے وہ خفگی سے اس لڑکے کو ٹوکنے والا تھا کہ اس نے ایک پیکٹ فاتح کی طرف بڑھایا۔
''حالم کی طرف سے۔'' سائیکل والے میسنجر نے پیغام دیا' پیکٹ تھمایا اور زن سے سائیکل موڑ کے آگے لے گیا۔
فاتح نے لی اور پیکٹ لیے ایک بنچ پہ آبیٹھا۔ جاگنگ کے باعث تنفس تیز تھا اور بال بھیگ چکے تھے۔ اس نے پیکٹ کھولا تو اندر چند تصاویر تھیں۔ وہ باری باری ان کو دیکھے گیا۔ پھر فون نکالا اور کال ملائی۔
''ایک کام تو کر دیا میں نے آپ کا۔'' حالم کی مطمئن آواز سنائی دی تھی۔
''فائل چرانے والی تالیہ نہیں تھی۔ اس کا ثبوت بھیج دیا ہے۔''
''ہاں دیکھ رہا ہوں۔ یہ سی سی ٹی وی کی تصاویر ہیں۔'' وہ تصویروں کو الٹ پلٹ کر کے دیکھ رہا تھا۔ ''ان میں وہ اشعر کی پارٹی سے نکل کے کیب میں بیٹھتی دکھائی دے رہی ہے۔ اور پھر وہ کیب میں اپنے گھر کے سامنے اتر رہی ہے۔ اور یہ.....'' اس نے آخری تصویر کو سیدھا کیا۔

"یہ ایڈم ہے، میرا باڈی مین.... یہ اس رات تاشہ کی گاڑی میرے پورچ سے لے جا رہا ہے۔"

"جی۔ میں غلط تھا۔ اس رات تالیہ مراد آپ کے گھر نہیں آئی تھی۔ وہ تو کیب میں گھر گئی تھی۔"

"یعنی فائل تالیہ نے نہیں چرائی۔" اس نے کرب سے آنکھیں بند کرلیں۔

"میں خوامخواہ اس کو الزام دیتا رہا۔" دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ اس کے پاس کہنے کو کچھ نہ تھا۔

"تو کیا ایڈم نے؟"

"ہرگز نہیں۔" حالم نے تیزی سے کہا۔ "وہ ایسا نہیں کرسکتا۔ وہ کار لے کر چلا گیا تھا۔ یقیناً اشعر نے کسی چور کو ہائر کیا ہوگا۔"

"حالم۔ تمہیں کیا میں بے وقوف لگتا ہوں؟" اس نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے تصاویر پیکٹ میں ڈالیں۔

"اگر تمہیں میرے گھر کی سی سی ٹی وی فوٹیج مل گئی ہے جس میں ایڈم آتا اور جاتا دکھائی دے رہا ہے تو تمہیں اس رات کی پوری فوٹیج بھی مل گئی ہوگی جس میں وہ چور داخل ہوتا دکھائی دیا ہوگا۔ سوال یہ ہے کہ تم مجھے اس کے بارے میں کیوں نہیں بتا رہے؟"

"سر! اشعر نے فائل چرائی تھی۔ چاہے جیسے بھی چرائی ہو۔ میں نے آپ کو فائل واپس لا دی ہے۔ آپ ان بے کار باتوں میں کیوں الجھتے ہیں۔"

"کیا وہ کوئی میرا قریبی شخص ہے جسے تم بچا رہے ہو؟ کوئی خاص ملازم؟ میرا سیکرٹری عثمان؟ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ کون میرا دشمن ہے اور دوست۔"

"فاتح صاحب ان سوالوں کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے جن کے جواب اگر معلوم ہو جائیں تو ہمیں برے لگیں۔ اگر کسی قریبی شخص سے غلطی ہو بھی گئی ہے تو میں سیکنڈ چانس پہ یقین رکھنے والا انسان ہوں۔ خدا حافظ۔" اور فون بند ہو گیا۔

وہ جاگنگ کے بعد اپنے گھر میں داخل ہوا تو اس کی کار کے ساتھ تالیہ کھڑی تھی۔ گارڈ فاصلے پہ مستعد کھڑے تھے۔ اسے دیکھتے ہی وہ سیدھی ہوئی اور جوس کی بوتل اس کی طرف بڑھائی۔

"السلام علیکم سر۔" فاتح نے سلام کا جواب دیا اور ایک گہری نظر اس پہ ڈالتے ہوئے بوتل تھام لی (تو یہ لڑکی چور نہیں تھی!)۔ پھر ڈھکن کھولتے ہوئے سوچ کے بولا۔

"تمہاری پینٹنگ بن گئی جو ملاکہ والے گھر میں بنانی تھی؟" انداز نرم تھا۔

"بس سمجھیں کام ہو ہی گیا ہے۔"

"تم اب بھی وہ گھر خریدنا چاہتی ہو؟" سرسری سا پوچھتے ہوئے بوتل لبوں سے لگائی۔ تالیہ سادگی سے مسکرائی۔

"نہیں سر.... میں چابی کچھ روز میں آپ کے حوالے کردوں گی۔"

وان فاتح کے اندر افسوس سا ابھرا۔ مگر بولا کچھ نہیں۔ خاموشی سے گھونٹ بھرتا رہا۔ وہ مختصر سی اس کا بوتل والا ہاتھ دیکھتی رہی۔ کیونکہ بوتل اس نے تالیہ کو ہی پکڑائی تھی۔ ہاتھ کا زخم اب مندمل ہو چکا تھا۔ نظریں انگلیوں سے کلائیوں تک پھسلیں تو ایک دم وہ منجمد ہو گئی۔ پھر احساس ہوا کہ وہ بوتل بڑھائے ہوئے ہے۔ گڑبڑا کے جلدی سے اسے تھاما۔ وہ ناخوش لگتا تھا۔

"آپ کا پسندیدہ جوس تھا یہ سر۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ میرے ٹیسٹ بڈز آج کل کسی شے کو پسند نہیں کر رہے۔" وہ سر جھٹک کے بولا پھر اسے یک ٹک خود کو دیکھتے پا کے پوچھا۔ "کیا؟"

"آپ کی گھڑی دیکھ رہی تھی۔" وہ سنبھلی۔ "آپ یہ اپنے ساتھ آفس نہیں پہن کے آتے ہے نا۔"

"یہ فٹنس واچ ہے لڑکی۔ صرف ورک آؤٹ کے وقت پہنتا ہوں۔" وہ سر جھٹک کے آگے بڑھ گیا۔

تالیہ کے لبوں پہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

''اس رات وان فاتح کہاں گئے تھے' یہ جاننا کچھ مشکل نہیں ہے' داتن۔'' وہ کار سے ٹیک لگائے مسکرا کے میسج لکھ رہی تھی۔

''اس رات کی ویڈیو میں گھر سے نکلتے فاتح نے فٹنس واچ پہن رکھی تھی۔ وہ جاگنگ کے علاوہ اسے کبھی نہیں پہنتے۔ وہ گھڑی ایک ''کلیو'' تھا۔ فٹنس واچ میں جی پی ایس ہوتا ہے۔ ہمیں اس گھڑی کا ڈیٹا چاہیے۔ اس رات وہ کس سڑک' کس جگہ سے گزرے ہیں' اور وہاں کتنی دیر رہے ہیں' سارا نقشہ سامنے آ جائے گا۔ وہ چاہتے تھے کہ میں ان کے قدموں کے نشانات کا پیچھا کروں۔ اس لیے انہوں نے جان بوجھ کے وہ واچ پہنی تھی۔'' اس کی مسکراہٹ گہری ہو رہی تھی۔

وہ اندر آیا تو عصرہ ڈائننگ ٹیبل پہ موجود ناشتہ کر رہی تھی۔ بس ایک نگاہ غلط اس پہ ڈالی اور توس پہ جام لگانے لگی۔

''تم کاغذات نامزدگی واپس لے رہے ہو یا نہیں' فاتح؟'' عجیب انداز تھا اس کا۔

''تم نے اس رات تاشہ کو ہمارے گھر سے کار لے جاتے خود دیکھا تھا؟'' وہ تولیے سے گردن پونچھتا سامنے آیا اور سنجیدگی سے پوچھا۔ عصرہ نے اس غیر متوقع سوال پہ چونک کے اسے دیکھا۔ پھر کندھے اچکائے۔

''ہاں اس نے کہا تھا کہ وہ کار لینے جا رہی ہے اور ملازموں نے بھی یہی بتایا تھا کہ وہ خود آئی ہے۔ کیوں؟''

''ملازموں کو بلواؤ۔ میں دوبارہ پوچھنا چاہتا ہوں۔''

عصرہ نے زور سے چھری پلیٹ میں رکھی اور چہرہ اٹھا کے ناگواری سے اسے دیکھا۔ ''تمہیں میری بات کا یقین نہیں ہے کیا؟''

وہ تولیے کو گردن اور بازوؤں پہ ملتے ہوئے غور سے اسے دیکھنے لگا۔ ''اتنا غصہ کیوں عصرہ؟''

عصرہ نے بے بسی سے نیپکن پرے پھینکا۔

''مجھے نہیں معلوم اس نے فائل چرائی تھی یا نہیں' لیکن کیا ہم اس ٹاپک کو بند کر سکتے ہیں؟ جب سے یہ لڑکی ہماری زندگی میں آئی ہے' ہر چیز خراب ہونے لگی ہے۔'' وہ غصے سے کہہ رہی تھی۔ ''کیا اب ہم اس کی وجہ سے صبح صبح لڑیں گے؟''

''اس کو ہماری زندگی میں کون لایا ہے؟ میں یا تم؟'' فاتح نے سوالیہ انداز میں کندھے اچکائے۔ ''تم نے کہا اس کو ڈنر پہ بلاؤ۔ اسے اچھا ٹریٹ کرو۔ وہ گھائل غزال خریدے گی۔ تم نے کہا اسے ملاکہ والا گھر دے دو۔''

''یہ تو نہیں کہا تھا کہ اسے چوبیس گھنٹے سر پہ سوار کر لو۔'' وہ نہ جانے کس بات پہ اتنی غصہ تھی۔ ''یہ صبح صبح یہاں کیوں آ جاتی ہے؟''

''کیونکہ تمہارے بھائی نے کہا تھا کہ اسے جاب دو۔ وہ باہر کھڑی اپنا کام کر رہی ہے۔ تم اتنی اَپ سیٹ کیوں ہو رہی ہو؟'' وہ واقعی حیران ہو رہا تھا۔

''ایک پیسہ آج تک اس نے نہیں دیا میری نیلامی میں' نہ گھر کے کرایے کی مد میں۔ صرف پینٹنگ دی جو پتہ نہیں اصلی تھی یا نقلی۔ مگر جب سے یہ آئی ہے تم گھر آنا بھول گئے ہو۔''

''عصرہ ہماری الیکشن کمپین شروع ہو رہی ہے' تمہیں معلوم ہے میں مصروف.....''

''اسی لیے تو کہتی ہوں کہ مت قدم رکھو اس دلدل میں۔ ایک آریانہ کو کھونا کم تھا کیا۔ میرے دوسرے بچے بھی دشمنوں کے نشانے پہ آ جائیں گے۔''

''ہم تاشہ اور اس فائل کی بات کر رہے تھے۔ یہ آریانہ درمیان میں کہاں سے آ گئی۔''

وہ جو بات کو گھما پھرا کے دور لے گئی تھی' اپنی چوری پکڑے جانے پہ غصے سے کرسی دھکیلتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''آریانہ درمیان سے چلی گئی ہے' یہی تو سارا غم ہے' فاتح۔ بہرحال اس لڑکی کو میں تمہارے ساتھ

کام کرتے نہیں دیکھنا چاہتی ۔ اسے فارغ کرو' پلیز۔"

"وہ اچھا کام کر رہی ہے' میں اسے کیوں فارغ کروں؟"

"کل تک تم اسے برداشت نہیں کر سکتے تھے اور اب؟"

"اب مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ اس نے فائل نہیں چرائی تھی۔ بس!" وہ اطمینان سے کہتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔ عصرہ دھک سے رہ گئی۔ جرم سے زیادہ جرم کا کور اَپ اس کے لیے ٹک ٹک کرتا بم بن چکا تھا۔ اب وہ کیا کرے؟

☆☆☆

اشعر نے بھی شام کو منعقد ہونے والی اس پارٹی میں جانا تھا جہاں اس وقت تالیہ' وان فاتح اور عصرہ محمود کے ساتھ موجود تھی' لیکن ہر کوئی دبے الفاظ میں یہی کہہ رہا تھا کہ اشعر نہیں آیا' نہ آئے گا۔ جب سے اس نے کاغذات نامزدگی جمع کروائے تھے' وہ کھل کے فاتح سے کنارہ کشی اختیار کر رہا تھا۔

پارٹی ایک ریستوران کے ٹیرس پہ منعقد کی گئی تھی۔ یہاں ہر شام کنسرٹ ہوتے' کبھی آرٹ کی نمائش لگتی' کبھی شادیاں ہوتیں۔ یہ کے ایل کا ایک ایلیٹ ریستوران تھا۔ ٹیرس پہ دور دور تک کرسیاں میزیں لگی تھیں۔ اوپر آسمان نظر آ رہا تھا اور ریلنگ سے جھانکو تو نیچے بہتا ٹریفک دکھائی دیتا تھا۔

وہ اس وقت دونوں ہاتھ ریلنگ پہ رکھے گردن اٹھائے آسمان کو دیکھ رہی تھی۔ گردن پوری اٹھانے سے سنہرے بالوں کی پونی پیچھے سے نیچے جھک گئی تھی۔

"تم موقع کی مناسبت سے تیار نہیں ہوئیں۔" عصرہ کی آواز پہ وہ چونک کے پلٹی تو دیکھا' عصرہ تنقیدی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی جو ٹائٹس پہ گھٹنوں تک آتا سفید فراک پہنے' کندھے پہ بیگ لیے سادہ سی کھڑی تھی۔ خود عصرہ نے روایتی باجو کرنگ پہن رکھا تھا اور بالوں کو جوڑے میں باندھ کے کانوں میں ہیرے لٹکا رکھے تھے۔

"میں اپنا مقام نہیں بھولتی' مسز عصرہ....." وہ بظاہر مسکرا کے بولی، البتہ عصرہ کا طنز اسے چبھا تھا۔ "میں یہاں ایک باڈی وومن ہوں' مہمان نہیں۔ میرا کام صرف فاتح صاحب کی زندگی کو ترتیب سے رکھنا ہے۔"

"گڈ۔" عصرہ نے روکھے انداز میں شانے اچکائے' پھر مڑ کے فاتح کو دیکھا جو قریب کھڑا کسی سے مسکراتے ہوئے بات کر رہا تھا۔ اسی اثناء میں دوسری طرف کھڑی کچھ لڑکیوں اور لڑکوں پہ عصرہ کی نظر پڑی جو فاتح کو دیکھ کے سرگوشیوں میں دبی دبی پر جوش ہنسی کے ساتھ بات کر رہے تھے۔

"سنو' تالیہ۔" عصرہ نے تحکم سے ابرو سے اشارہ کیا۔ "گیدرنگ میں تمہارا کام فاتح کو ان غیر ضروری جھنجٹوں سے محفوظ رکھنا ہے تاکہ وہ آرام سے اپنے دوستوں سے ملاقات کر سکے۔ رائٹ؟" حکم دے کر وہ آگے بڑھی۔ اسی پل فاتح دوست سے بات ختم کر کے ان کی طرف پلٹا تھا۔

"کیوں؟"

تالیہ کے 'کیوں' پہ جہاں عصرہ بے یقینی سے مڑی' وہاں وہ جوان کی طرف آ رہا تھا' ٹھہر کے اسے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب کیوں؟ یہ تمہارا کام ہے۔" عصرہ نے بگڑ کے ابرو چڑھائے۔

"نہیں مسز عصرہ' یہ میرا کام نہیں ہے۔ میں پرسنل ایڈ ہوں' کنیز نہیں۔ یہ اکیسویں صدی ہے اور ذہنوں کو غلام بنانا مشکل ہے' میم۔ اگر فاتح صاحب کو خوش آمدی پرسنل ایڈز کی عادت رہی ہے تو ان کو یہ عادت بدلنی پڑے گی۔

میرا کام ان کی سیاسی زندگی کو ترتیب میں رکھنا ہے' مگر میں فاتح صاحب کو ملائیشیا کی عوام کو 'جھنجھٹ' کہنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ وہ اگر اس مقام پہ ہیں تو اس عوام کے ووٹ کی وجہ سے ہیں۔ یہ لوگ ان سے پیار سے ملنے آئے ہیں اور

ایک باڈی وومن کی حیثیت سے میرا فرض ان کو روکنا نہیں' بلکہ یہ ہے۔"

سادگی اور سکون سے کہہ کے اس نے اپنی سیاہ زنبیل سے ایک سیلفی اسٹک نکالی' عصرہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے موبائل کھٹ سے اسٹک میں لگایا اور مسکرا کے اس گروپ کی طرف مڑی جو چند قدم دور تھا اور جوش اور ہچکچاہٹ سے پرے کھڑا تھا۔

"صرف ایک تصویر!" وان فاتح کی باڈی وومن مسکرا کے گروپ کو کہہ رہی تھی اور جہاں عصرہ ہکا بکا کھڑی رہ گئی اور فاتح بالکل ٹھہر کے اسے دیکھنے لگا' وہاں گروپ کے لڑکے لڑکیوں کے چہروں پہ بے یقینی بھری خوشی پھیلی۔ وہ دوڑ کے اس طرف آئے۔

عصرہ اور فاتح میکانکی انداز میں ساتھ ساتھ ہوئے۔ چہروں پہ خود بخود مسکراہٹیں طاری کر لیں۔ لڑکے لڑکیاں دائیں بائیں کھڑے ہو گئے اور تالیہ ان دونوں کے آگے آ گئی۔

"سمائل ایوری ون۔" وہ اپ سیلفی اسٹک بلند کیے مسکرا کے تصاویر یں اتار رہی تھی۔ تصویریں کھنچوا کے لوگ ہاتھ ملاتے اور ہٹ جاتے۔ دونوں میاں بیوی مسکرا مسکرا کے تصاویر کھنچوا رہے تھے۔

پارٹی میں دیگر مہمان مڑ مڑ کے ان کو دیکھ رہے تھے۔ وہاں رش سا لگ گیا تھا۔ آخری شخص ہٹا تو تالیہ نے اسٹک نیچے کر لی اور خوش اخلاقی سے بولی۔ "آپ کو تصاویر ہمارے فیس بک پیج سے مل جائیں گی۔ ایکسکیوز اَس ناؤ۔" اور ساتھ ہی مڑ کے ان دونوں کو آگے چلنے کا اشارہ کیا۔ فاتح نے ہجوم کو مسکرا کے ہاتھ ہلایا اور مڑ گیا۔ عصرہ نے مٹھیاں بھینچ رکھی تھیں مگر چہرے پہ جبری مسکراہٹ تھی۔ رش ادب سے چھٹ گیا اور وہ تینوں محفوظ گوشے کی طرف چلے آئے۔

وہ ایک دفعہ پھر سے ریلنگ پہ ہاتھ رکھے جھک کے نیچے دیکھنے لگی جب تھوڑی دیر بعد وہ اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔

"آئی ایم سوری' تاشہ!" وہ چونک کے سیدھی ہوئی۔ فاتح گلاس تھامے اسے افسوس سے دیکھ رہا تھا۔ سیاہ کوٹ سے جھلکتی سفید کالر والی شرٹ... ماتھے پہ سلیقے سے جمے بال... وہ اس کرتے پاجامے والے غلام سے کس قدر مختلف تھا... تالیہ کی نظریں اس کی آنکھوں پہ جم گئیں۔

"کیوں' سر؟"

"میں نے تم پہ اس فائل کے لیے شک کیا۔ مجھے معلوم ہے تم نے وہ نہیں چرائی تھی۔"

ڈھیر سارے آنسو ایک دم اس کے حلق میں جمع ہوئے' مگر وہ خشک آنکھوں سے مسکرائی۔ "کیا معلوم واقعی چرائی ہو۔"

فاتح نے مسکرا کے شانے اچکائے اور گلاس سے گھونٹ بھرا' پھر ناپسندیدگی سے چپ چاپ گلاس واپس رکھ دیا۔ اس کی ذائقے کی حس متاثر ہو چکی تھی۔ پتہ نہیں کیوں۔

"آپ چاہتے ہیں میں وہ گھر خرید لوں؟"

"میں نے ایسا کب کہا؟" وہ انجان بن گیا۔ تالیہ چند لمحے اس کی آنکھوں کو دیکھتی رہی۔

"آپ کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے اس وقت' سر؟"

"مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے' اللہ کا شکر ہے۔" وہ ازلی بے نیازی سے مسکرا کے بولا۔ دونوں ریلنگ کے ساتھ آمنے سامنے کھڑے تھے اور نیچے دور تک بہتا روشن ٹریفک نظر آ رہا تھا۔

"آپ کو فنڈز چاہیے ہیں' ہے نا۔" وہ بنا پلک جھپکے اس کی آنکھوں کو دیکھ رہی تھی۔ "اگر میں آپ کا یہ مسئلہ حل کر دوں تو مجھے کیا ملے گا؟"

"تمہارا مطلب ہے تم میرا گھر بکوا سکتی ہو؟"

"میرا مطلب ہے کہ میں آپ کو وہاں سے پیسے دلوا سکتی ہوں جہاں سے آپ نے گمان بھی نہ کیا ہو تو کیا آپ میری ایک بات مانیں گے؟"

"وہ کیا؟"

"وہ بات میں آپ کو تب بتاؤں گی جب میں فنڈز کا چیک آپ کے ہاتھ میں تھماؤں گی۔" پھر

توقف سے بولی۔ ”چیئر مین صاحب!“
”چیئر مین صاحب؟“ فاتح نے ابرو اٹھا کے اسے دیکھا۔
”یہ قبل از وقت ہے لڑکی!“
”مجھے کبھی کسی نے کہا تھا کہ جو ہمیں معلوم ہوتا ہے وہ ہماری جان بچاتا ہے اور مجھے بہت کچھ کرنا آتا ہے۔ پہلی چیز ہے مثبت سوچ۔ چیئر مین صاحب۔“ پھر گھڑی دیکھی۔ ”اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں گھر چلی جاؤں؟ مجھے کچھ کام کرنے ہیں۔“
”پارٹی ویسے بھی ختم ہونے والی ہے۔“
”جی مگر آپ کا گھر دوسرے کونے پہ ہے۔ ڈرائیور آپ کو ڈراپ کرے گا اور پھر میں بس پکڑوں گی تو دیر ہو جائے گی۔ اور....“
”ہم پہلے تمہیں ڈراپ کریں گے۔ سمپل۔“ وہ قطعی انداز میں کہہ کے مڑ گیا۔ اسے کوئی بلا رہا تھا۔
وہ اداس مسکراہٹ کے ساتھ اسے جاتے دیکھتی رہی ۔ اس کا رویہ بدلنے لگا تھا۔ تالیہ کی ”ایمانداری“ کا یقین ہو جانے سے سب کچھ بدل رہا تھا۔ اور اگر اس کو یہ پتہ چلے کہ وہی جالم ہے تو وہ کیسا ری ایکٹ کرے گا؟ وہ جتنی کوشش کرتی' اس کے راز اور جھوٹ پھر کسی کونے سے نکل کے اس کے سامنے آ کھڑے ہوتے تھے۔

☆☆☆

عثمان کار چلا رہا تھا۔ وہ فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی تھی اور وہ دونوں میاں بیوی پیچھے تھے۔ فاتح بے نیازی سے باہر دیکھ رہا تھا البتہ عصرہ کو رہ رہ کے غصہ آ رہا تھا۔
”یہ سیلفیز والی حرکت غیر دانشمندانہ تھی' تالیہ۔ ہجوم آؤٹ آف کنٹرول ہو جاتا ہے۔ فاتح کی یہ سیکیورٹی کے لیے غیر مناسب تھا۔“ بالآخر وہ تنبیہہ کرتے ہوئے بولی۔ ”آج تو ہو گیا مگر کوشش کرنا کہ آئندہ....“
”ہم ٹویٹر پہ ٹرینڈ کر رہے ہیں۔ نمبر ٹو پہ....“ تالیہ نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں تھی۔ موبائل چہرے کے سامنے کیے جوش سے اطلاع دی۔ فاتح نے چونک کے اسے دیکھا۔ وہ ڈرائیونگ سیٹ سے پیچھے بیٹھا تھا اور اس کا نیم رخ دیکھ سکتا تھا۔
”عثمان نے نوجوان چیئر مین کے نام سے وہ تصاویر ٹویٹ کی تھیں۔ اور اب وہ تمام لڑکے لڑکیاں اس ہیش ٹیگ کو آگے پھیلا رہے ہیں۔ ساتھ ہی عثمان نے پارٹی ممبر شپ کے لیے لنک ڈال دیا ہے۔ پارٹی الیکشن میں یہ لوگ ووٹ ڈالیں گے نا۔“
اس نے فون فاتح کی طرف بڑھا دیا۔ فاتح نے عینک آنکھوں پہ لگائی اور مسکرا کے چمکتی اسکرین پہ انگلی پھیرنے لگا۔ پھر فون واپس کر دیا۔ تعریف توصیف کے بجائے ایک مسکراہٹ کافی تھی۔
”بس یہیں ڈراپ کر دیں مجھے۔“ اس کے گھر کا گیٹ سامنے آیا تو عثمان نے کار روکی۔ ہیڈ لائٹس نے گیٹ کو روشن کیا تو گیٹ سے نصب لیٹر باکس کے اوپر رکھی سجی ہوئی ٹوکری صاف دکھائی دی۔ تالیہ کی نظریں اس پہ رکیں تو وہ بے چین ہو کے سیدھی ہوئی۔ عصرہ نے گردن اونچی کر کے اس کا انداز دیکھا۔
”میں ....میں چلتی ہوں۔“ بیگ اٹھاتے ہوئے دروازہ کھولنے لگی' پھر رک کے مروتاً کہا۔
”آپ لوگ اندر آئیں نا' کافی پیتے ہیں ساتھ۔“
فاتح مسکرا کے نفی میں سر ہلا کے انکار کرنے ہی لگا تھا کہ.....
”شیور۔ مجھے بھی کافی کی شدید طلب ہو رہی تھی۔“ عصرہ ایک دم مسکرا کے بولی تو فاتح نے پوری گردن موڑ کے اسے دیکھا۔ آنکھوں سے تنبیہہ کی مگر بے سود۔ تالیہ سنبھل کے جلدی سے بولی۔
”پلیز آئیں نا۔ عثمان کار اندر لے آؤ۔“ خود وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔ جلدی سے گیٹ کھولا اور پھر ٹوکری اٹھائی۔ اوپر کارڈ رکھا تھا۔ ایڈم کی لکھائی میں لکھا۔ ”وان فاتح کی طرف سے۔“
(یا اللہ' ایڈم۔ تمہیں کسی کمبوڈو ڈریگن کے آگے

ڈالوں گی میں۔)

جلدی سے کارڈ کے دو ٹکڑے کیے اور ان کو بیگ میں پھینکا۔ پھر کو کو پھل اور چاکلیٹس سے بھری ٹوکری اٹھائی۔ کار اب تک اندر آ چکی تھی۔ عصرہ نے کھڑکی سے اس کا کارڈ پھاڑنا غور سے دیکھا تھا۔

"اتنا خوبصورت تحفہ بھیجنے والے کا کارڈ پھاڑنا اچھی بات نہیں ہے' تالیہ۔" وہ نیچے اترتے ہوئے خوشگوار انداز میں بولی۔ فاتح نے بھی اترتے ہوئے ایک اچٹتی نظر تالیہ کی ٹوکری پہ ڈالی۔

"بھیجنے والا خود غرض ہے۔ واپس آنے کے بجائے تحفے بھیجتا ہے تاکہ میں اسے بھول نہ جاؤں۔ اتنا بھی بھروسہ نہیں تھا ہمارے رشتے پہ۔ ہونہہ۔" ایک تیکھی نظر فاتح پہ ڈال کے بولی۔ عصرہ نے دلچسپی سے ابرو اکٹھے کیے۔ "یعنی....؟"

"یہ یقیناً تاشہ کے شوہر کی طرف سے ہوں گے۔ کانٹ بلیو کوئی اتنی چاکلیٹس کیسے کھا سکتا ہے۔"

وہ بھری ہوئی ٹوکری کو دیکھ کے جھرجھری لیتا دروازے کی طرف بڑھا تو عصرہ چونکی۔ بے یقینی سے تالیہ کو دیکھا۔

"تمہارا شوہر بھی ہے؟"

وہ دروازے تک آئی اور اسے کھولتے ہوئے سرد مہری سے بولی۔ "بالکل ہے' مسز عصرہ۔ اور میرا اسے چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ بھلے کوئی کچھ بھی کر لے۔"

"تاشہ کا ہزبینڈ دوسرے ملک ہوتا ہے سفر وغیرہ پہ۔" فاتح آگے بڑھتے ہوئے بیوی کو بتا رہا تھا۔ تالیہ نے دروازہ کھولا تو سامنے لاؤنج سفید بتیوں سے جگمگا رہا تھا۔

"آ گئیں تم اس مغرور انسان کی خدمتیں کر کے؟"

"آج کسی کا دایاں ہاتھ کٹوایا شہزادی صاحبہ نے یا نہیں؟"

داتن اور ایڈم ایک ساتھ بولے تھے۔ وہ دونوں بڑے صوفے پہ بیٹھے تھے۔ لیپ ٹاپ سامنے رکھا تھا اور ایک بڑا سا کیک آدھا کھایا رکھا تھا۔

تالیہ نے ان کو بری طرح گھورا اور سامنے سے ہٹی۔ فاتح' عصرہ اور عثمان اندر داخل ہوئے تو جہاں داتن کا چمچ پلیٹ میں آ گرا' وہیں ایڈم ہکا بکا سا کھڑا ہوا۔

"ایڈم؟ تم یہاں؟" ان تینوں کو جھٹکا لگا تھا۔ ایڈم کی زبان جیسے گم ہو گئی۔ ٹکر ٹکر ان کا چہرہ دیکھنے لگا۔

"یہ لیانہ صابری ہیں' میری دوست۔ اور ایڈم سے میری حال ہی میں بہت اچھی دوستی ہوئی ہے۔ آپ جانتے ہیں۔ ایڈم اور لیانہ میرے گھر کے ری ڈیکور کے لیے کام کر رہے ہیں۔ اسی لیے میں آج جلدی گھر آنا چاہتی تھی تاکہ شاپنگ لسٹ فائنل کر دوں۔" وہ جلدی جلدی بتاتی آگے آئی اور ٹھک سے لیپ ٹاپ فولڈ کیا۔ کاغذات اکٹھے کر کے داتن کو تھمائے۔

"مہمانوں کے لیے جگہ صاف کرو۔" بظاہر مسکرا کے کہا۔ داتن نے جلدی سے سلام کیا اور سارے کاغذات جو فاتح کی اس رات کی نقل و حرکت کے پرنٹ آؤٹس تھے' سمیٹ کے اٹھ گئی۔

"سو ایڈم اور تم اچھے دوست ہو۔ ہوں۔" کچھ دیر بعد بڑے صوفے پہ ٹانگ پہ ٹانگ جما کے بیٹھے فاتح نے باری باری دلچسپی سے دونوں کو دیکھ کے پوچھا۔

عثمان بھی گاہے بگاہے ایک چبھتی ہوئی نظر ایڈم پہ ڈالتا تھا۔ وہ شرمایا گھبرایا ہوا کم اعتماد لڑکا نہیں لگ رہا تھا جو پچھلے ماہ وان فاتح کا باڈی مین بننے آیا تھا۔ یہ تو ایک اچھا لباس پہنے' پراعتماد اور پرسکون سا نوجوان لگتا تھا۔

"جی۔ مسز عصرہ کا شکریہ کہ انہوں نے مجھے ایڈم سے متعارف کروایا۔" تالیہ سامنے والے صوفے پہ بیٹھی تھی۔ ایڈم قریب تھا۔ بس جبری مسکرا کے وضاحت دینے لگی۔ عصرہ کے لیے مزید خود کو روکنا مشکل تھا۔ دلچسپی سے پوچھنے لگی۔

''تو تمہارا شوہر.... اس کی بات کرتے ہیں۔''
کچن میں کھڑی داتن نے گردن گھما کے اور ایڈم نے پوری آنکھیں نکال کے تالیہ کو دیکھا۔
''جی پوچھیے؟'' تالیہ عصرہ کو دیکھ رہی تھی جو تھوڑی تلے بند مٹھی جمائے دلچسپی سے مسکرا رہی تھی۔
''تمہارا شوہر کہاں ہے؟''
''جیل میں۔''
''قید میں۔''
داتن اور ایڈم ایک ساتھ بولے تھے۔ داتن تو زیرلب بولی مگر ایڈم کا ٹھنڈا سانس لے کر فاتح کو دیکھ کے ''قید میں'' کہنا سب کو سنائی دیا۔
''قید میں؟'' فاتح نے ابرو اٹھایا۔
''شادی سے بڑی قید کیا ہو سکتی ہے بھلا؟''
تالیہ دانت پہ دانت جما کے جبراً مسکرائی۔
''شادی قید تو نہیں ہوتی۔ تم ایسا کیوں سمجھتی ہو؟'' وہ حیران ہوا۔ پھر نظر گھما کے کونے میں رکھی کوکو پھل کی ٹوکری کو دیکھا۔ ''تو کیا وہ واپس نہیں آئے گا؟'' وہ واقعی اپنی باڈی وومن کی شادی کے لیے فکر مند ہوا۔
''بھلا دینے والوں کی واپسی مشکل ہے' سر!'' ایڈم نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔
''میں کافی لاتی ہوں۔'' تالیہ جلدی سے کہہ کے اٹھی۔ ایڈم کو تادیبی نظروں سے گھورا بھی مگر وہ اسی سادگی سے ان دونوں کو دیکھ کے کہہ رہا تھا۔
''چے تالیہ کا شوہر ہر ہفتے ان کو چاکلیٹس سے بھری ٹوکری بھیجتا ہے۔ مگر خود واپس آنے سے انکاری ہے۔ آپ ایسے شخص کو کیا کہیں گے۔''
''شاید مجبور!'' فاتح نے محتاط انداز میں شانے اچکائے۔ ''کسی کے بارے میں یوں ججمنٹ پاس کرنا اچھا نہیں لگتا ویسے۔''
وہ کچن میں آئی اور جلدی جلدی چولہے پہ پانی رکھنے لگی۔ داتن اس کے قریب کھسکی اور سرگوشی کی۔
''یہ کیا کہہ رہا ہے؟''
''اگنور کرو۔'' وہ نظر ملائے بغیر تیز تیز کام کر رہی تھی۔
''سر مجھے آپ سے ایک بات پوچھنی تھی۔'' ایڈم نے بات کا رخ بدلا۔ صوفے کی پشت پہ بازو پھیلائے بیٹھے فاتح نے حوصلہ افزا انداز میں سر کو خم دیا۔ ''پوچھو۔''
''آپ اپنے ملاکہ والے گھر میں کم ہی رہتے ہیں۔''
''کم؟ ہم تو سال میں دو چار دفعہ ہی وہاں جاتے ہیں۔'' عصرہ نے شانے اچکائے۔ نظریں کچن میں کھڑی تالیہ پہ جمی تھیں۔
''آپ نے اس سے پہلے کبھی یہ گھر کسی کو کرایے پہ دیا تھا؟''
''کرایے پہ؟ نہیں۔'' فاتح مختصراً بولا تو عصرہ نے چونک کے اسے دیکھا۔
''اپنے اس برڈ واچر دوست کو تو دیا تھا پچھلے سرما میں۔ بھول گئے؟''
''وہ کرایے پہ تھوڑی تھا۔ چند دن کے لیے چھٹیاں گزارنے آیا تھا وہ۔'' فاتح نے فوراً کہا تو ایڈم نے چونک کے اسے دیکھا۔
''برڈ واچر؟''
''ہاں۔ تمہارے فاتح صاحب کا ایک دوست تھا۔ پورا مہینہ رہا تھا دسمبر میں۔ سارا دن پینٹنگ کرتا تھا یا آسمان پہ خوردبین سے پرندے دیکھتا تھا۔'' عصرہ بولے جا رہی تھی تو فاتح نے پہلو بدلا۔
''ایڈم اس روز اشعر کی پارٹی کے بعد تاشہ کی کار ہمارے گھر سے کون لینے آیا تھا؟''
عصرہ کو ایک دم سانپ سونگھ گیا۔ ٹرے میں پرچ پیالیاں رکھتی تالیہ کے ہاتھ میں کانچ ٹکرائے۔ ایڈم نے ایک نظر عصرہ کو دیکھا جس کی آنکھوں میں ملے جلے تاثرات ابھرے تھے۔ اس نے ایڈم کو منع کیا تھا کہ وہ فاتح کو نہیں بتائے گا۔
''میں لایا تھا۔ مسز عصرہ کو بتایا تھا میں نے۔ ان سے باقاعدہ اجازت لی تھی شاید۔ بلکہ میم کو میرا چے تالیہ کے لیے یہ کام کرنا اچھا لگا تھا اور اس کام

کے انہوں نے مجھے زائد پیسے بھی دیے تھے تنخواہ کے علاوہ۔ کیوں' سر؟ کوئی خاص وجہ ہے کیا؟'' معصومیت سے ایڈم بن محمد نے سب اگل دیا۔

عصرہ بدقت خود کو سنبھالے بیٹھی رہی۔ فاتح کا چہرہ بھی بظاہر بالکل پرسکون تھا۔ اس نے بس مسکرا کے سر کو خم دے دیا۔ لاؤنج میں خاموشی چھا گئی۔

تالیہ جلدی سے ٹرے میں بھاپ اڑاتی پیالیاں رکھے لے آئی۔ میز پہ ٹرے رکھی اور چائے دان کو پہلے کپ میں انڈیلا۔

''یہ کافی تو نہیں ہے۔'' عصرہ نے دھار کا رنگ دیکھ کے ذرا نخوت سے کہا۔ بظاہر پچھلے موضوع کو بدلا۔

''یہ کافی سے اچھی ہے' مسز عصرہ۔'' عصرہ اور عثمان کو ان کے کپ پکڑائے۔ پھر فاتح کے سامنے آئی اور چینک سے اس کے کپ میں قہوہ انڈیلنے لگی۔ چینک اونچی کرلی۔ سبز بھوری دھار سی لمبی ہو کے کپ میں گرنے لگی۔ وہ مہک' وہ دھار گرنے کا انداز' وان فاتح یک ٹک اس دھار کو دیکھے گیا۔

''سوری تالیہ مگر اس میں تو کوئی ذائقہ ہی نہیں ہے۔'' عصرہ نے گھونٹ بھر کے پیالی رکھ دی۔

مگر وہ صرف فاتح کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے پیالی اٹھائی۔ پرچ پیالی کانچ آپس میں ٹکرایا۔ ماضی کی یادیں اس کے سامنے بکھرنے لگیں مگر وان فاتح کے دماغ کی سلیٹ صاف تھی۔ بس کپ لبوں سے لگایا۔ چند گھونٹ بھرے۔

''یہ کون سی چائے ہے؟'' اسے جیسے خوش گوار حیرت نے آن لیا تھا۔

''یہ ان پتوں کی چائے ہے جو قدیم چین میں پائے جاتے تھے۔ ان کا ذائقہ چند صدیوں پہلے کے پتوں جیسا تو نہیں ہے مگر میں نے ان کو اپنے لان میں اگایا ہے۔ کوئی کھاد نہیں ڈالتی۔ یہ بالکل آرگینک طریقے سے بڑے ہو رہے ہیں۔ آپ کو اچھی لگی چائے' چیئرمین۔''

''ہوں۔ مختلف ہے۔'' وہ گھونٹ گھونٹ پی رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے ذہن کے کسی خانے پہ وہ مہک اور ذائقہ دستک دے رہا ہو مگر اندھیرا اتنا تھا کہ کوئی دروازہ دکھائی نہ دیتا تھا۔

وہ لوگ جس وقت رخصت ہوئے' تالیہ نے گھر کا دروازہ بند کیا اور آندھی طوفان کی طرح ان دونوں کی طرف آئی۔

''تم نے وہ ٹوکری میرے گھر کے باہر رکھ دی؟ کیوں؟ اور عصرہ پہ شک کیوں دلوایا ان کو؟''

''اور آپ کب تک ان سے چھپاتی رہیں گی کہ ان کی بیوی ان کو دھوکہ دے رہی ہے۔''

''میں ان کی کسی لڑائی کی وجہ نہیں بننا چاہتی۔ تم نے وہ ٹوکری کیوں وہاں رکھی؟''

''کیونکہ ان کا حکم تھا کہ اس کو آپ کے دروازے پہ رکھنا ہے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ آپ انہیں ساتھ لے آئیں گی۔''

''ہمیں تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ تم اس کے ساتھ اپنی تصاویر ٹوئیٹ کر رہی ہو گی۔'' ان دونوں کے درمیان داتن نے بھی غصے سے مداخلت کی۔

''میں ان کی باڈی وومن ہوں۔ میں ٹی وی اور اخبارات میں ان کے ساتھ نظر آؤں گی۔ تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے۔'' وہ غصے میں چلائی تھی۔

''اور تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے تالیہ کہ تم نے اسی شہر میں بیسیوں اسکام کیے ہیں۔ کوئی نہ کوئی تمہیں پہچان جائے گا۔ کسی ویٹرس' کسی ملازمہ' کسی ریسپشنسٹ کے روپ میں۔''

''مجھے پروا نہیں ہے۔ جب میں نے راستہ درست کرلیا ہے تو کوئی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔'' وہ تلخی سے بولی' پھر پرس سے ایک موبائل اور گھڑی نکال کے میز پہ رکھی۔

''اگر تم دونوں نے اپنی جرح مکمل کرلی ہو تو اس واچ پہ کام کرو۔ اس کا جی پی ایس ڈیٹا نکالو اور معلوم کرو کہ وہ اس رات کہاں گیا تھا۔''

برہمی سے کہتے اس نے لیپ ٹاپ کھولا اور صوفے پہ بیٹھی۔ وہ دونوں خاموشی سے اس کے

دائیں بائیں بیٹھ گئے۔

''آپ ماشاءاللہ ان کا موبائل بھی چرا لائیں۔''

''اس کی جگہ ایک خراب بیٹری کا ہو بہو یہی موبائل رکھ دیا ہے۔ صبح تک فاتح صاحب کو موبائل بدلے جانے کا علم نہیں ہوگا۔ صبح اصلی موبائل واپس رکھ دوں گی۔'' پھر تفتیشی نظروں سے ایڈم کو دیکھا۔

''اور یہ تم سن باؤ کے گھر کا کیوں پوچھ رہے تھے۔''

''کیونکہ اس گھر میں کچھ ہے جو صحیح نہیں ہے۔ شاید تیسرا خزانہ ہے جو....''

''اسٹاپ اِٹ ایڈم۔'' اس نے غصے سے ٹوکا۔ ''کوئی خزانہ نہیں ہے وہاں۔ میں نے کم اپنی زندگی خراب کی ہے خزانے کے پیچھے جو تم بھی اسی لالچ میں پڑ گئے ہو؟ میں وہ گھر ان کو واپس کر رہی ہوں۔''

ایڈم اس بات پہ پریشان ہو گیا۔

''اچھا کل آپ کی چھٹی ہے ہم دونوں ملا کہ جاتے ہیں۔ آپ اس رات کا سراغ لگانا اور میں خزانے کا۔ اگر میں کل ناکام ہو گیا تو ٹھیک ورنہ آپ وہ گھر ان کو ابھی واپس نہیں کریں گی۔''

اس نے گھور کے ایڈم کو دیکھا۔ ''ایک دن.... صرف ایک دن ہے تمہارے پاس۔ جو کرنا ہے کر لو۔''

داتن خاموشی سے کی بورڈ پہ انگلیاں چلاتی رہی۔ وہ دونوں اپنی باتوں میں بھول جاتے تھے کہ وہ ان کے ساتھ ہے اور ان کے کسی خاص راز سے ناواقف ہے۔

''یہ رہا وان فاتح کا روٹ۔'' داتن نے اسکرین سامنے کی۔

''وہ پولیس اسٹیشن سے نکل کے پیدل چلنے لگا۔ وہ ان گلیوں کو عبور کر کے اس گلی کے اس گھر میں گیا۔ کافی دیر وہ یہاں رہا، پھر وہ باہر نکلا اور....'' اسکرین پہ بنے نقشے پہ سرخ لکیر بنی آرہی تھی۔ داتن انگلی اس لکیر پہ پھیرتی بولے جارہی تھی۔

''پھر وہ سڑک کنارے اس جگہ پہ رکا۔ یہاں ٹیلی فون بوتھ ہے شاید۔ میں اس جگہ کو پہچانتی ہوں۔ اس نے کوئی کال کی۔''

''عثمان کو کال کی تھی انہوں نے۔'' ایڈم تیزی سے بولا۔ ''عثمان نے ذکر کیا تھا کہ اس رات فاتح صاحب نے اسے کال کر کے مجھے پیسے بھیجنے کو کہا تھا۔''

''کس چیز کے پیسے؟'' داتن نے سوچتے ہوئے اسے دیکھا۔ ایڈم چپ رہا۔ بس ایک نظر کوکو پھل کی ٹوکری پہ ڈالی۔

''یہ گھر....'' تالیہ نے اس گھر پہ انگلی رکھی۔ ''مجھے اس گھر میں جانا ہے۔'' وہ سوچتے ہوئے ایک عزم سے بولی تھی۔ بہت سے سوالوں کے جواب ملنے والے تھے۔

☆☆☆

گھر آتے ہی فاتح سنجیدہ چہرے کے ساتھ کمرے کی طرف بڑھ گیا تو عصرہ کا دل بری طرح دھڑکا مگر پھر بڑے حوصلے سے گردن اکڑا کے پیچھے آئی۔

''تمہیں کیا ہوا؟'' بظاہر لاعلمی سے پوچھا۔

''تم نے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا؟ تاشہ کار پک کرنے نہیں آئی تھی اور تم جانتی تھیں۔'' وہ دونوں ہاتھ پہلوؤں پہ جمائے سامنے کھڑا اسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

''تا کہ تم میرے بھائی پہ الزام نہ لگاؤ۔ اگر میں تالیہ پہ شک نہ کرتی تو تم فوراً سارا ملبہ میرے بھائی پہ گرا دیتے۔''

''وہ تو میں نے تب بھی گرا دیا تھا۔ تم چپ ہو گئی تھیں۔ نہیں، عصرہ!'' وہ نفی میں سر ہلا رہا تھا۔ ماتھے پہ بل پڑے تھے اور رنگت سرخ ہو رہی تھی۔ ''تم نے مجھ سے غلط بیانی کی۔ تم اپنے کسی ملازم کو بچا رہی تھیں؟ یا شاید...'' وہ جیسے چونکا۔ ''شاید خود کو...''

''فاتح اتنا بڑا ایشو ہے نہیں جتنا تم اس کو بنا رہے ہو۔'' وہ چیخ پڑی۔ ''ایک فائل ہی تو تھی۔''

''فائل نہیں تھی۔ وفاداری تھی۔ سچ تھا۔ عصرہ

خدا کی قسم اگر مجھے کبھی علم ہوا کہ تمہارا اس میں کوئی ہاتھ ہے تو....''

''تو کیا؟ کیا کرو گے تم' ہاں؟'' وہ غصے سے بولی۔ سارے خوف' خدشے زائل ہو گئے اور اس نے گویا سینہ تان لیا۔

''دی تھی میں نے وہ فائل اشعر کو۔ خود دی تھی میں نے تاکہ تم اس گھر کو جسے میں نے اتنے پیار سے سجایا تھا' یوں نہ بیچو۔ تم جب سیدھی طرح سے میری بات نہیں سن رہے تھے تو مجھے یہی طریقہ استعمال کرنا پڑا۔ ہاں دیا ہے میں نے تمہیں دھوکہ لیکن صرف تمہاری محبت میں۔ کیا کرو گے تم' ہاں؟ چھوڑ دو گے مجھے؟ وہ تو تم تب سے چھوڑ چکے ہو جب سے آریانہ کھوئی ہے۔ میری بیٹی کے ساتھ ہماری شادی بھی کہیں کھو گئی ہے' فاتح۔ تم بھی کھو گئے ہو۔'' آنسو اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ غصے سے بولتے بولتے ایک دم وہ رو پڑی۔

وہ بالکل سن کھڑا صدمے سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''تم اتنی ناخوش ہو میرے کام سے؟'' وہ افسوس سے کچھ کہہ نہیں پا رہا تھا۔ دکھ اتنا شدید تھا کہ دل کٹ گیا تھا۔

''جب تم میری ہر بات اور دلیل سننے کے دروازے ہی بند کر دو گے فاتح تو بتاؤ تمہارے گھر والے کہاں جائیں؟ ہم کس سے فریاد کریں؟ میری ایک بیٹی کو تمہاری سیاست نے مار دیا۔ میرے باقی بچوں کو خطرے میں مت ڈالو' یہ فقرہ بار بار سن کے بھی تم نظر انداز کر دیتے ہو کیونکہ تم کسی سے نہیں ڈرتے۔ مگر واللہ میں ڈرتی ہوں۔ اور میں تمہیں یہ الیکشن نہیں لڑنے دوں گی' یاد رکھنا۔'' اس نے تنفر سے فاتح کو دیکھتے ہوئے مٹھیوں سے آنسو رگڑے اور پیر پٹختی باہر نکل گئی۔

وان فاتح کی رنگت بالکل سفید ہو گئی تھی۔ دکھ اور صدمہ بہت شدید تھا۔ وہ چپ چاپ باہر آیا اور سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ اوپر زینوں کے سرے پہ آریانہ اپنا سفید فراک پھیلائے بیٹھی تھی۔ اسے اوپر آتے دیکھ کے بولی۔

''آپ کو ہمیشہ سے ماما پہ شک تھا' ہے نا؟ تالیہ کو صرف اس لیے الزام دیتے تھے کیونکہ آپ یہ ماننا نہیں چاہتے تھے کہ آپ کی اپنی بیوی ایسا کر سکتی ہے۔ اب آپ اس شادی میں کیسے رہیں گے یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ آپ سے یوں خیانت کر سکتی ہیں۔''

''تمہیں آریانہ یوں جانا نہیں چاہیے تھا۔ وہ درست کہتی ہے۔ تمہارے ساتھ ہمارا رشتہ بھی کہیں کھو سا گیا ہے۔''

وہ سوگواریت سے کہتا زینے چڑھتا گیا۔ وہ اس وقت کسی سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ آریانہ سے بھی نہیں۔

☆☆☆

جدید ملاکہ میں رات پھر بارش ہوئی تھی جس کی وجہ سے صبح سارا شہر دھلا دھلایا سا کھڑا تھا۔ سڑکیں گیلی تھیں اور درختوں کے پتے قطروں سے جگمگا رہے تھے۔ ایسے میں تالیہ اس سہانی صبح ایک سڑک کنارے چلتی جا رہی تھی۔ لمبی اسکرٹ پہ سفید منی کوٹ پہنے' بالوں پہ ترچھا ہیٹ جمائے' وہ موبائل پہ جی پی ایس کے بتائے راستے کا تعاقب کرتی احتیاط سے قدم بڑھا رہی تھی۔

وان فاتح کا اس رات کا سارا روٹ اس کے سامنے تھا۔ سفر اپنے اختتام کو تھا۔

ایڈم کو اس نے سن باؤ والے گھر میں چھوڑ دیا تھا کیونکہ وہ ابھی تک ان تاروں کے پیچھے لگا ہوا تھا اور خود تنہا یہاں آئی تھی۔ داتن کے ایل میں ہی تھی۔ تالیہ نے گزشتہ رات اسے ایک نیا کام تھما دیا تھا۔

اور اب تالیہ وہاں ملاکہ کی گلیوں میں جی پی ایس کو دیکھتی بھٹکتی پھر رہی تھی۔

سڑک پہ ٹریفک تیز رفتاری سے گزر رہا تھا... وہ صاف دیکھ سکتی تھی...

زیبرا کراسنگ عبور کرتے لوگوں کی دائیں بائیں مڑتی گردنیں....

ڈرائیو کرتے لوگوں کے کانوں سے لگے ہینڈز فری اوران کے ہلتے لب.....
سڑک کنارے اخبار کھولے بیٹھے معمر لوگ.....
ایسے میں وہ اندر ایک گلی کی طرف مڑ گئی.....
گلی آگے جا کے تنگ ہونے لگی.....
اس کی دیواریں نیلی اینٹوں کی بنی تھیں.....
وہ اینٹوں پہ ہاتھ پھیرتی قدم بڑھا رہی تھی.....
کہیں ٹوٹا کانچ اس کی پوروں سے ٹکرایا.....
کہیں کوڑے دان کے کھلے دہانے کے اندر ٹوٹا ہوا گملا رکھا نظر آیا.....
اس گملے میں تین فیروزی پھول کھلے تھے.....
ایک موڑ مڑی، وہاں قطار میں دروازے تھے۔ چھوٹے چھوٹے مکانوں کے.....
وہ حساب سے ایک کے سامنے رکی.....
اور دستک دینے کو ہاتھ اس پہ رکھا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ کسی نے اسے بند کیوں نہیں کیا تھا؟
اندر چھوٹی سی راہ داری تھی جس کے سرے پہ اسٹینڈ رکھا تھا۔ تالیہ نے ہیٹ اسٹینڈ پہ رکھا اور احتیاط سے اندر داخل ہوئی۔
''کوئی ہے؟ ہیلو؟'' چوکنے انداز میں پکارتی وہ قدم قدم آگے بڑھنے لگی۔ گھر خاموش تھا۔ اور پراسرار بھی۔ اس کی دیواروں میں قدیم ملاکہ کی خوشبو بسی تھی۔ لگتا تھا اس کے فرش تلے بھی صدیوں پرانے راز دفن ہوں گے۔ دوپہر کے باوجود وہاں روشنی خاصی مدھم تھی۔
ایک دم دروازہ بند ہونے کی آواز آئی تو وہ کرنٹ کھا کے مڑی۔
راہ داری میں کوئی نہیں تھا۔
اور اسٹینڈ خالی تھا۔ اس کا ہیٹ وہاں نہیں تھا۔
تالیہ کا ہاتھ اپنے پرس میں رینگ گیا۔ آہستہ سے اس نے ننھا ٹیزر نکالا (ننھا سا آلہ جو کرنٹ لگا کے بے ہوش کرنے کے کام آتا ہے۔) اور اسے پکڑے آگے بڑھی۔
''کون ہو تم اور سامنے کیوں نہیں آتے؟''
اونچی آواز میں پوچھا۔ پھر ایک دیوان خانے میں داخل ہوئی تو وہ بھی سنسان پڑا تھا۔
سامنے فرشی نشست بچھی تھی۔ اور اوپر ایک شیلف میں کتابیں رکھی تھیں اور چند عجیب و غریب چیزیں۔ پتھر اور سونے سے بنے جانور۔ سیپیاں۔ موتی۔ وہ ٹرانس میں چلتی کتابوں کے شیلف تک آئی۔ وہاں قدیم جلدوں والی کتابیں سجی تھیں اور ہر دوسری پہ ''کیمبورو'' لکھا نظر آتا تھا۔ جانے کتنے برسوں کی شکار بازوں پہ لکھی ساری کتب یہاں جمع کردی گئی تھیں۔
تو کسی شکار باز کا گھر تھا۔ کیا اس زمانے میں بھی وہ تھے؟ اور اگر تھے تو فاتح وہاں اس سے ملنے کیوں آیا تھا؟ کیا اپنی یادداشت کا علاج پوچھنے؟
ہوا کے جھونکے کی جیسی آواز آئی تو وہ ایڑیوں پہ گھومی۔
خالی کمرے کے وسط میں میز پہ اس کا سفید ہیٹ رکھا تھا۔
تالیہ مراد کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہر دوڑ گئی۔ اتنی خاموشی سے کون اس کا ہیٹ وہاں رکھ گیا؟
''یو نو..... '' وہ زور سے بولی۔ ''ہاتھ کی اتنی مہارت سے چیزوں کو غائب اور حاضر صرف دو لوگ کرسکتے ہیں۔ جادوگر اور چور۔ تم کیا ہو؟''
وہ خالی در و دیوار سے سوال پوچھ رہی تھی۔ لگتا تھا وہاں کوئی نہ تھا۔ سانس لینے کی آواز تک نہ آتی تھی۔
''میں دونوں ہوں، شہزادی تاشہ بنتِ مراد راجہ!''
آواز عقب سے آئی تو وہ کرنٹ کھا کے گھومی۔
بغلی دروازے کی چوکھٹ پہ وہ کھڑا تھا۔ سینے پہ ہاتھ باندھے، مسکرا رہا تھا۔ تالیہ کی ششدر نظریں اس کے ننگے پیروں سے اوپر اٹھتی گئیں۔ شب خوابی کے ٹراؤزر اور گاؤن میں سامنے بیلٹ سے گرہ لگائے، وہ چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ لمبے بھورے بال اور وہ چمکتی آنکھیں جن کو برسوں سے پہچانتی

تھی۔
تالیہ مراد ساکت رہ گئی۔ ٹیزر آہستہ سے ہاتھ سے چھوٹا اور فرش پہ جا گرا۔
"تم ..... تم بھی شکار باز تھے؟ اتنے سال گزر گئے اور تم نے ..... مجھے ..... کبھی نہیں بتایا کہ تم شکار باز تھے۔" وہ بے یقینی سے سامنے کھڑے شخص سے اٹک اٹک کے مخاطب تھی۔
"کیا تمہاری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں تمہیں یتیم خانے میں 'شہزادی' کیوں کہا کرتا تھا' پتری تالیہ؟"
ذوالکفلی دھیرے سے بولا تھا۔ وہ ابھی تک منجمد تھی۔

☆☆☆

سن باؤ کے آنگن میں تازہ صبح پھیلی تھی۔ صحن اب برابر ہو چکا تھا اور اینٹیں کب کی سوکھ چکی تھیں۔ ایسے میں ایڈم بن محمد آستینیں چڑھائے تار کو باہر نکال رہا تھا۔ تار کیاری میں دبی تھی اور اب اس نے مٹی سے لتھڑے ہاتھوں سے اسے پورا نکال لیا تھا۔ پھر اس کا تعاقب کرتا وہ اس دیوار تک آیا جہاں دوسری تاروں کے ساتھ وہ بندھی تھی۔
ایک موٹی سیاہ تار بغیر مقصد کے یہاں کیوں تھی؟
ایڈم نے دستانے چڑھائے اور غور سے تمام تاروں کو الگ کرنے لگا۔ کیبل' انٹرنیٹ' بجلی' ٹیلی فون' ہر ایک کی تار الگ تھی۔ یہ تار ان میں سے کسی مقصد کے لیے استعمال نہ ہوتی تھی۔ بظاہر یہ کیبل کی موٹی سیاہ تار لگتی تھی مگر جب کیبل کی تار پہلے سے موجود تھی تو اس کا یہاں کیا کام؟
گچھے سے تاریں الگ کرنے پہ اسے نظر آیا کہ وہ موٹی تار گھر سے باہر جا رہی تھی۔ کیا وہ اس تار کا پیچھا کرے یا اسے یونہی چھوڑ دے؟ مگر نہیں۔ سن باؤ کا تیسرا خزانہ کہیں نہ کہیں موجود ہے۔
وہ وقت میں سفر کر کے آیا تھا۔ وہ سلاطین کے درباروں اور محلوں کو دیکھ آیا تھا۔ وہ فیری ٹیلز کو ماننے لگا تھا۔ سچے تالیہ کا یقین اگر کھو گیا تھا تو اس کا بڑھ گیا تھا۔ انہوں نے دو دفعہ اس گھر کے صحن کے رازوں کو کھوجنا چاہا تھا۔ پہلی دفعہ وقت کا خزانہ ملا اور دوسری دفعہ مجسمے تلے خالی صندوق۔ کیا وہ سب بغیر مقصد کے تھا؟ نہیں۔
وہ سب تیاری تھی یقیناً۔ کسی تیسرے خزانے کی۔
ایک عزم سے اس نے دستانے اتارے اور اندر جا کے ہاتھ دھوئے۔ پھر گھر سے باہر نکل آیا۔
سیاہ تار گھروں کی دیواروں سے گزرتی بجلی کے کھمبے تک جا رہی تھی۔ وہ اتنی خوبصورتی سے درختوں اور دیواروں میں کیموفلاج کی گئی تھی کہ دور سے دکھائی نہ دیتی تھی۔
ایڈم پیدل چلتا اس تار کا پیچھا کرتا گیا۔ وہ اگلی گلی میں داخل ہو کے اس سے بھی آگے مین روڈ پہ نکل گئی۔ وہاں وہ کھمبوں سے گزرتی سڑک کے پار جاتی دکھائی دے رہی تھی۔ کوئی عام تار یوں اتنی دور تک نہیں جایا کرتی۔ ہر گزرتا لمحہ ایڈم کے جوش میں اضافہ کر رہا تھا۔
سڑک عبور کر کے وہ سامنے آیا جہاں کاروباری مرکز سا بنا تھا۔ ایک طرف پارک تھا اور سامنے قطار میں تین اونچے اونچے ہوٹل کھڑے تھے۔ وہ تار ایک ہوٹل تک جا رہی تھی۔ ایڈم تیز تیز قدم اٹھاتا اس کے پیچھے چلتا آیا۔
ہوٹل کی عقبی دیوار سے گزرتی وہ پیچھے اس طرف چلی گئی جہاں کمروں کی عقبی کھڑکیاں تھیں اور اسپلٹ یونٹس لگے تھے۔ ایڈم نے گردن اٹھا کے دیکھا۔ وہاں تار کو مہارت سے پینٹ کر دیا گیا تھا اور وہ بالکل ڈھکی چھپی نظر آ رہی تھی۔ لیکن وہ اتنا دیکھ سکتا تھا کہ وہ پانچویں منزل کے ایک کمرے کی دیوار تک جا کے غائب ہو گئی تھی۔ یقیناً دیوار میں کوئی سوراخ کر کے اسے کمرے کے اندر گھسایا گیا تھا۔
تعاقب یہاں تک ختم ہو جاتا تھا۔ اب آگے وہ کیا کر سکتا تھا؟ احتیاط سے کمرے کی پوزیشن نوٹ کی اور پھر ہوٹل کے اندر چلا آیا۔ سنجیدہ شکل بنائے سیدھا

اوپر گیا۔ پانچویں منزل پہ آ کے وہ اس طرف آیا جہاں وہ کمرہ تھا۔ بند دروازے پہ ڈوناٹ ڈسٹرب کا سائن لگا تھا۔ وہ ابھی متامل سا وہاں کھڑا ہی تھا کہ سامنے ٹرالی دھکیلتے ہوئے بیرا چلا آرہا تھا۔

''کچھ چاہیے آپ کو سر؟''

''ہاں وہ.... '' ایڈم گڑبڑایا۔ ''یہ لیانہ صابری صاحبہ کا کمرہ ہے؟'' جلدی میں یہی نام ذہن میں آیا۔

''سر یہ ہوٹل کا پریزیڈینشل سوئیٹ ہے، یہاں خاص مہمان ٹھہرا کرتے ہیں اور ہم ان کی معلومات یوں نہیں دے سکتے۔''

''او کے او کے فائن۔ مجھے شاید چوتھے فلور پہ جانا تھا۔'' وہ جلدی سے کہتا تیزی سے لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔

ہوٹل سے نکلتے ہی اس نے قدم ایک بجلی کے کام والی دکان کی طرف بڑھا دیے۔ وہ آتے وقت کیاری میں دبی تار کے سرے کا ایک بالشت بھر لمبا ٹکڑا کاٹ لایا تھا۔ دکان میں جاتے ہی اس نے وہ سیاہ سانپ جیسا ٹکڑا کاؤنٹر پہ رکھا۔

''یہ کس چیز کی تار ہے؟'' لگی لپٹی کے بغیر پوچھا۔

''یہ کیبل کی تار ہے۔ بلکہ.... '' سیلز مین نے الٹ پلٹ کے بغور جائزہ لیا۔ ''ایک منٹ۔'' اس نے چاقو سے تار کو کاٹا اور اندر لگی رنگ برنگی پتلی تاروں کو علیحدہ کیا۔

''یہ ایتھرینٹ کیبل ہے، سر۔ اس کو باہر سے موٹا سیاہ خول چڑھا کے کیموفلاج کیا گیا ہے۔''

ایڈم نے گہری سانس لی۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ کس چیز کی تار تھی اور وہ ''برڈ واچر'' (پرندے دیکھنے والا) اس تار کے ذریعے سارا سارا دن اس گھر میں بیٹھ کے کیا دیکھتا تھا۔

کم سے کم پرندے نہیں۔

''مجھے ایک ڈی وی آر ادھار پہ مل سکتا ہے؟'' اس نے معصوم شکل بنا کے پوچھا تھا۔

☆☆☆

اس کے دونوں ہاتھ بے جان سے گود میں دھرے تھے اور وہ گھٹنے ملائے شل سی دوزانو بیٹھی تھی۔ سامنے کھڑا ذوالکفلی اس کی طرف پشت کیے دیا سلائی رگڑ رہا تھا۔

''تو آپ شکاربازوں کے سربراہ ہیں۔ اتنے برس گزر گئے اور مجھے کبھی پتا نہیں چل سکا۔'' وہ جیسے صدمے میں تھی۔

''پتا چلنا ضروری بھی نہیں تھا۔ میں نے اپنا کام کرنا تھا اور تم نے اپنا۔'' دیا سلائی رگڑنے سے آگ کا بھڑکتا ہوا ننھا سا شعلہ جل اٹھا۔ ذوالکفلی جھکا اور دیوار پر نصب سیڑھیوں کی مانند اسٹینڈ کی آخری شیلف پہ رکھی موم بتی کو سلگایا۔

''آپ جانتے تھے کہ میں کون ہوں؟'' اس نے گلہ آمیز نظروں سے اس کی پشت کو دیکھا۔

''تم پندرہویں صدی کے ملاکہ کی شہزادی تالیہ بنتِ مراد ہو۔ جس نے بعد میں اپنا نام تاشہ رکھا تھا۔''

''تاریخ کی کتابوں میں مجھے تالیہ کی بڑی بہن لکھا جاتا ہے۔ اگر آپ کو حقیقت معلوم ہے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ بھی وقت کے مسافر رہے ہیں۔''

''نہ صرف میں وقت کا مسافر ہوں بلکہ اپنے زمانے کے وقت کے مسافروں کی یادداشتیں میرے پاس محفوظ ہوتی ہیں۔ کیا اب ہم اس شخص کی بات کریں جس کی بات تم کرنے آئی ہو؟'' وہ جھک کے ایک ایک موم بتی جلا رہا تھا۔ موم بتیاں خوشبو دار تھیں۔ دھیرے دھیرے چہار سو رسبری کی خوشبو پھیلنے لگی۔

''وان فاتح.... آپ کے پاس کیوں آیا تھا؟''

وہ سیدھا ہوا اور پھونک مار کے دیا سلائی بجھائی۔ پھر تالیہ کی طرف پلٹا اور ہلکا سا مسکرایا۔

''اپنی یادداشت کے بارے میں سوال کرنے؟''

''کیا اس کی یادداشت واپس آ سکتی ہے؟'' وہ بے قراری سے آگے ہوئی۔ لمحے بھر کو دل دھڑکنا

بھول گیا تھا۔

"میں تمہیں وہی بتاؤں گا جو اس کو بتایا تھا۔ وہ بوتل دیکھ رہی ہو؟" ذوالکفلی نے نظریں تالیہ پہ جمائے رکھے انگلی سے شیلف کی طرف اشارہ کیا۔ اس کی نگاہیں اسی طرف اٹھیں۔ وہاں شیشے کی ننھی بوتلیں رکھی تھیں۔ ان میں سفید دھوئیں جیسا مائع بھرا تھا۔

"ان میں سے پہلی والی وان فاتح کی ہے۔ اس کی یادداشت وقت کی قید میں ہے۔ جس دن اسے تین سوالوں کا جواب مل جائے گا' یہ بوتل خالی ہو جائے گی۔"

"کون سے تین سوال؟" وہ یک ٹک ان ننھی بوتلوں کو دیکھ رہی تھی۔

"کوئی کام کرنے کا سب سے اہم وقت کون سا ہوتا ہے؟ انسان کی زندگی میں سب سے اہم کام کون سا ہوتا ہے؟ اور انسان کی زندگی میں سب سے اہم شخص کون ہوتا ہے؟"

"یہ کیسے سوال ہوئے؟ کاموں کے مختلف وقت ہوتے ہیں' اور سب کی زندگی کے ترجیحی کام بھی مختلف ہوتے ہیں۔ اور شخص...." اس نے اچنبھے سے ذوالکفلی کو دیکھا۔ "ہر ایک کا اہم شخص دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔"

"نہیں پتری تالیہ۔ ان سوالوں کے جواب سب کے لیے ایک ہی ہیں۔ اس کو یہ جواب معلوم تھے۔ مگر معلوم ہونا کافی نہیں۔ جس دن وہ ان کی حقیقت قبول کر لے گا' اس کی یادداشت واپس آ جائے گی۔ تم اس کی خود سے مدد کرو تو یہ الگ بات ہے' مگر وہ مدد نہیں مانگ سکتا۔ لیکن یہ جواب اسے خود ڈھونڈنے ہوں گے۔"

"مگر میری یادداشت.... وہ کیوں ٹکڑوں میں واپس آنے لگی تھی؟ جب میں پہلی دفعہ کے ایل کے ایئر پورٹ پہ تھی تو مجھے وژن نظر آنے لگے تھے۔ مگر وہ مستقبل کے تھے۔ ماضی کے نہیں۔"

"سچے خواب دیکھنا تمہارا ذاتی گفٹ ہے۔ یہ ہر وقت کے مسافر کے پاس نہیں ہوتا۔ میرے پاس بھی نہیں ہے۔ البتہ اس کا اتنے سال بعد واپس آنا اس بات کی نشانی تھا کہ تم نے ایئر پورٹ پہ کچھ ایسا ضرور کیا تھا جس نے تمہارے دل کو کسی ایک سوال کی حقیقت سمجھا دی تھی۔ اس کی وجہ سے تمہارے دماغ پہ لگی وقت کی زنجیر کی چند کڑیاں کھل گئی تھیں۔ مگر مکمل یادداشت اس لیے واپس نہیں آئی کیونکہ تم نے باقی دو سوالوں کے جواب نہیں سمجھے۔"

"مجھے نہیں یاد اس روز میں نے کیا کیا تھا۔" تالیہ نے جھرجھری لے کر سر جھٹکا اور دوبارہ سے شیلف پہ رکھی بوتلوں کو دیکھا۔ "ان میں سے میری یادداشتیں کس بوتل میں محفوظ ہیں؟"

ذوالکفلی اس کو دیکھتے ہوئے مسکرایا۔ "اس سوال کا کوئی فائدہ نہیں' پتری تالیہ۔"

اس نے ذوالکفلی کو دیکھا تو آنکھیں بھیگنے لگیں۔ "کیا آپ فاتح کو بغیر جواب ڈھونڈے اس کی یادداشتیں واپس نہیں کر سکتے ہیں؟ کیا یہ سب کرنا ضروری ہے؟ میں بہت تکلیف میں ہوں۔ وہ خود تکلیف میں ہے مگر اس کو علم نہیں۔"

"ہر جادو کی قیمت ہوتی ہے جو چکانی پڑتی ہے۔"

ذوالکفلی نے نرمی سے شانے اچکا دیے۔ ایک دم ہوا کا جھونکا آیا اور موم بتی بجھ گئی۔ تالیہ کی امیدوں کا دیا بھی جیسے ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ وقت میں سفر کی قیمت بہت بھاری تھی۔

☆☆☆

ملاکہ کی صبح باسی ہو رہی تھی۔ دھوپ نکل آئی تھی اور حبس ہونے لگا تھا۔ وہ سرخ حویلی میں داخل ہوئی تو راہ داری پار کرتے ہی برآمدے میں لیپ ٹاپ کے سامنے بیٹھا ایڈم نظر آیا۔ اسے دیکھ کے وہ جوش سے اٹھا۔ جیسے کچھ بتانے والا ہو' پھر اس کا تھکا تھکا چہرہ دیکھ کے رکا۔

"آپ کو ملا وہ گھر؟"

"ہاں۔ اور شکار بازوں کا سربراہ بھی مل گیا۔"

اس نے پست لہجے میں مختصراً روداد سنائی۔ ساتھ ساتھ وہ بے دلی سے اپنی چیزیں بھی اکٹھی کر رہی تھی۔

''اوہ۔ تو کیا تھے وہ تین سوال؟''

''ایڈم میں ابھی بات کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ عثمان نے واپس بلوایا ہے۔ آفس میں کوئی مسئلہ ہو گیا ہے۔ مجھے فلائیٹ پکڑنی ہو گی۔ تم آ رہے ہو؟''

''نہیں۔ میں....'' وہ پھر جلدی سے لیپ ٹاپ اس کی طرف پھیرتا بتانے لگا۔ ''یہ دیکھیں مجھے کیا ملا۔''

ہینڈ بیگ میں چارجر وغیرہ ڈالتی تالیہ نے مڑ کے اچٹتی نظر اس پہ ڈالی۔ اسکرین پہ ویڈیو کھلی تھی۔ ایک پرتعیش کمرے کا اندرونی منظر جہاں نفاست سے بیڈ بنے تھے اور خالی صوفے دکھائی دے رہے تھے۔

''وہ تار ایتھرنیٹ کیبل تھی جو ایک قریبی ہوٹل کے ایک کمرے کے اندر جاتی ہے اور وہاں کوئی خفیہ جاسوسی کیمرہ نصب ہے۔ کسی بلب یا گلدان وغیرہ میں۔ یہ انتہائی ہائی ڈیفینیشن کیمرہ ہے۔ جو آدمی یہاں رہتا تھا یقیناً اس نے یہ تار لگائی تھی تاکہ اس کمرے کے مکین پہ نظر رکھ سکے۔''

''اوہ۔ میں تمہیں بتانا بھول گئی۔ صبح میں نے فاتح صاحب کو میسج کر کے پوچھا تھا اس بروڈاچر کے بارے میں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ وہ کسی خفیہ سرکاری ایجنسی کا کارندہ تھا اور اسے کسی ہوٹل میں کسی پہ نظر رکھنے کے لیے یہ گھر چاہیے تھا۔ کوئی ہیروئن اسمگلر تھا شاید جو اس کمرے میں رہائش پذیر تھا۔''

''چلو جی۔'' ایڈم کے کندھے ڈھلک گئے۔ ''آپ مجھے صبح بھی بتا سکتی تھیں۔''

''مگر ایڈم وہ بندہ تو سال پہلے پکڑا گیا اور اس کمرے میں اب تو وہ رہتا بھی نہیں ہے۔ عصرہ کو معلوم نہ تھا مگر یہ گھر میرے پاس ہے تو میرے پوچھنے پہ فاتح صاحب نے صاف صاف بتا دیا۔''

''ہاں مگر کیمرہ تو اس نے نہیں اتارا نا۔ کیمرہ تو موجود ہے۔''

''ایڈم تم فضول میں وقت ضائع کر رہے ہو۔ اس کمرے میں! کوئی نیا آدمی آ کے ٹھہرتا ہو گا۔ تم اس پہ نظر رکھ کے کیا کرو گے۔'' اس نے بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے بے زاری سے کہا تھا۔

''مجھے نہیں معلوم۔ کچھ سوالوں کے جواب صرف وقت دے سکتا ہے مگر چہ تالیہ میں بتا رہا ہوں اس کمرے میں کچھ ہے۔''

''اوہ ایڈم' تم....''

''آپ کو دیر ہو رہی ہے۔'' وہ بے مروتی سے کہہ کے دوبارہ اسکرین کے سامنے جم گیا۔ تالیہ نے افسوس سے اسے دیکھ کے سر جھٹکا اور بیگ اٹھا کے مڑ گئی۔

''جتنی جاسوسی کرنی ہے اس خالی کمرے کی' کر لو۔ ایک ہفتے بعد میں اس گھر کو واپس کر رہی ہوں۔'' خفگی سے پکارتی وہ اب باہر جا رہی تھی۔ ایڈم ڈی وی آر سے جڑی سیاہ تار اور لیپ ٹاپ کے سامنے بیٹھا اب پوری دل جمعی سے اس کمرے کو دیکھ رہا تھا۔

وہ خالی تھا.... نہ کوئی حرکت' نہ کوئی ذی نفس۔ صرف ایڈم بن محمد کا ''یقین'' تھا جو اس کے ساتھ تھا۔ کچھ تو ہے اس کمرے میں۔

☆☆☆

داتن نے ہلکا سا مسکرا کے اسے دیکھا۔ وہ ملاکہ سے سیدھی یہاں آ گئی تھی اور صبح سے آفس میں تھی۔

''میں نے او پو ریسرچ شروع کر دی ہے۔'' دفعتاً داتن اس کے قریب ہوئی اور سرگوشی کی۔ تالیہ نے چونک کے مگ نیچے کیا۔ احتیاط سے ادھر ادھر دیکھا۔

''کچھ معلوم ہوا؟ آہستہ سے پوچھا۔

''ابھی اتنی جلدی کہاں؟ البتہ....'' داتن مزید نزدیک کھسکی۔ ''اس کی بیٹی آرمانہ کا معاملہ مجھے

مشکوک لگتا ہے۔ کچھ ہے جو وان فاتح چھپا رہا ہے۔"
تالیہ کی پیشانی کی سلوٹیں سیدھی ہوئیں۔
"میں جانتی ہوں۔" اور گہری سانس بھری۔
"آریانہ کا راز وہ مجھے بتا چکے ہیں۔"
داتن نے اپنی موٹی موٹی آنکھوں میں خفگی بھرے اسے دیکھا۔ "تو تم مجھے ابھی بتا دو۔"
"پہلی بات' وہ راز ان کی امانت ہے۔ دوسری بات' تم اس کو اگر خود معلوم کرلو گی تو اس کا مطلب ہو گا کہ کوئی اور بھی اس کو ڈھونڈ سکتا ہے۔ اور تب ہمیں کاؤنٹر اسٹریٹجی بنانی ہو گی۔ فی الحال تم بس اس کو ڈھونڈو۔" اس نے داتن کا کندھا تھپکا اور مگ لیے آگے بڑھ گئی۔
"تالیہ...." داتن نے سوچتی نظروں سے اسے پکارا تو وہ گھونٹ بھرتی مڑی۔ "ہوں؟" ابرو اچکا کے استفسار کیا۔
"ملاکہ میں اس رات کیا ہوا تھا؟ کس چیز نے تمہیں ایک رات میں اتنا بدل دیا ہے؟" وہ جیسے ابھی تک اچنبھے میں تھی۔
شہزادی تاشہ بنتِ مراد راجہ چند لمحے اداس مسکراہٹ کے ساتھ لیانہ صابری کو دیکھتی رہی۔ پھر کندھے اچکا دیے۔
"میں نے ان سے ساتھ رہنے کا وعدہ کرلیا تھا' اور مجھے وعدے نبھانے نہیں آتے تھے مگر اب سیکھ رہی ہوں۔" اور پھر آگے بڑھ گئی۔
تالیہ واقعی بدلتی جا رہی تھی۔ یہ شانِ بے نیازی، یہ تمکنت پہلے اس کے وجود کا حصہ نہیں تھی' مگر یہ اندر تک اترتی اداسی.... یہ داتن کا دل کاٹ دینے والی اداسی بھی اس کی آنکھوں میں پہلے نہیں ہوا کرتی تھی۔ آخر ایسا کیا ہوا تھا جو وہ اتنی بدل گئی تھی؟
مگر خیر.... بن باؤ کے گھر اس رات تالیہ بامشکل ایک گھڑی رکنے کے بعد ایڈم کے ساتھ باہر آتی دکھائی دی تھی۔ محض ایک گھڑی میں کتنا کچھ ہو سکتا ہے؟ داتن نے سارے واہموں کو سرے سے جھٹک دیا اور کیبنٹ کی طرف مڑ گئی۔
ذرا میں بھی تو دیکھوں کہ عوام کا پیسہ چوس جانے والی سیاسی پارٹی کے دفتر میں کھانے کے لیے کیا کیا پڑا ہے۔ وہ اب چمکتی آنکھوں سے ایک کے بعد ایک کیبنٹ کھول رہی تھی۔

☆☆☆

وہ شام گہری ہو کے رات میں بدل گئی تھی۔ سارے دن کا منظر نامہ اس پریس کانفرنس کے بعد جہاں بدلا' وہاں کانفرنس روم میں وان فاتح سے ملنے کے لیے آنے والوں کا رش لگ گیا۔ شہر کے مختلف حصوں سے پارٹی ورکرز آرہے تھے اور اس کے جرات مندانہ قدم کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کر رہے تھے۔
وہ کانفرنس روم میں لوگوں کے رش کے درمیان بیٹھا تھا۔
عثمان سب ملاقاتیوں کے درمیان معاملات کو ترتیب دیتا اچھا خاصا کھپ چکا تھا۔ اس نے دوپہر سے کافی تک نہیں پی تھی اس لیے درمیان میں اپنی جگہ کسی اور کو کھڑا کر کے وہ باہر چلا آیا۔ آفس کی لفٹ میں سوار ہو کے وہ نیچے مال تک آیا اور کافی شاپ سے جا کے کافی خریدی۔ فی الحال خود میں کافی بنانے کی ہمت نہیں تھی۔
سینڈوچ کھاتا' کافی دوسرے ہاتھ میں پکڑے وہ واپس باہر آیا تو لفٹ کے دروازے کھلتے ہی سامنے ریسپشن پہ بیٹھی پارٹی ورکر نے اسے دیکھ کے مسکرا کے ہاتھ ہلایا۔
"تم نے بتایا ہی نہیں عثمان!" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کے خوشگوار حیرت سے بولی۔ وہ حیران سا قریب آیا۔
"کیا؟"
"کہ تمہارے ہاں بیٹا ہوا ہے۔ مبارک ہو۔"
عثمان چند لمحے خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر نفی میں سر ہلایا۔ "میری تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی۔ یہ کس نے کہا ہے؟"

''اوہ۔ میں نے سنا ہے ابھی آفس میں۔'' وہ حیران سی وضاحت دینے لگی تھی۔

لاؤنج میں وہ کافی کا گلاس لیے آ کے بیٹھا ہی تھا کہ دو کولیگز اس کے قریب آ رکے۔

''مبارک ہو عثمان۔ اللہ تمہیں بیٹا مبارک کرے۔''

وہ گردن اٹھا کے بے یقینی سے انہیں دیکھنے لگا۔

''یار میری شادی بھی نہیں ہوئی ابھی۔''

''عثمان..... بہت مبارک ہو۔ مٹھائی کہاں ہے؟'' باہر کی طرف جاتے ہوئے ایک سینئر سیاستدان نے اسے روک کے کہا تو اس نے ضبط سے گہری سانس لی۔

''سر کسی دوسرے عثمان کا بیٹا ہوا ہوگا' میرے ہاں ایسی کوئی خوشخبری نہیں ہے۔''

کافی ختم کر کے کانفرنس روم کی طرف جانے لگا تو راستے میں وان فاتح کے آفس کا کھلا دروازہ نظر آیا۔ آفس خالی تھا صرف تالیہ اندر کھڑی تھی۔ اسے دیکھ کے مسکرا کے ہاتھ ہلایا۔ عثمان چکرا کے رہ گیا۔ پھر تیزی سے چوکھٹ تک آیا اور بے چارگی سے پھٹ پڑا۔

''پلیز مجھے مبارکباد مت دیجیے گا' چے تالیہ۔ میرے ہاں کوئی بیٹا نہیں ہوا۔ یہ خبر غلط ہے۔'' بے بسی سے اطلاع دے کر وہ مڑنے لگا جب تالیہ کی آواز آئی۔

''خبر غلط ہو تو بھی کتنی جلدی پھیلتی ہے نا عثمان؟''

واپس مڑتے عثمان کے قدم زنجیر ہوئے۔ یہ ٹھنڈی' بے رحم آواز تالیہ کی تھی مگر انداز..... وہ اس انداز سے نا آشنا تھا۔ دھیرے سے وہ ایڑیوں پہ واپس گھوما۔

فاتح کی میز کے کنارے پہ وہ بیٹھی تھی۔ پھول دار رومال گردن میں باندھے' اونچی سنہری پونی والی تالیہ مسکرا کے اسے دیکھ رہی تھی۔ فضا میں کچھ ایسا تھا جو غلط تھا۔

''جی؟'' عثمان نے پتلیاں سکوڑ کے اسے دیکھا۔ پھر ہاتھ پیچھے کر کے دروازہ بند کیا۔ ایک دم سارے آفس کا شور اور ہنگاموں کی آوازیں آنا بند ہو گئیں۔

کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ اب وہاں صرف وہ دونوں موجود تھے۔

''صرف ایک شخص کو کہا میں نے کہ عثمان کا بیٹا ہوا ہے اور کسی نے وضاحت نہیں مانگی۔ یقین کر لیا۔ کارپوریٹ ورلڈ میں خبریں کتنی جلدی پھیل جاتی ہیں عثمان' عثمان نے کن انکھیوں سے کھڑکیوں کو دیکھا۔ بلائنڈز بند تھے۔ فاتح ان کو کھول کے رکھتا تھا۔ وہ تالیہ نے بند کیے تھے۔ وہ اس ملاقات کے لیے کمرے کو تیار کر چکی تھی۔

''چے تالیہ..... میں سمجھا نہیں۔'' اسے غور سے دیکھتے احتیاط سے الفاظ ادا کیے۔

''وان فاتح سمجھتے ہیں کہ جو آدمی اتنا عرصہ ساتھ کام کرے اس کو نکالنا نہیں چاہیے۔ لیکن میں یہ سمجھتی ہوں کہ اگر اسے نکال بھی دو اور وہ جا کے کسی کو اپنے باس کا راز بتا بھی دے تو اسے whistle blower کہا جائے گا۔ آج اگر میں ایک آفس میں سرگوشی میں بھی کہوں کہ..... (اپنے ہونٹوں کے گرد ہاتھوں کا پیالہ بنا کے سرگوشی میں بولی) عثمان وسل بلوور ہے (باس کا راز کھولنے والا) تو تم دیکھنا (ہاتھ واپس نیچے گرا دیے اور آواز بلند کر لی) کہ تمہیں سارے شہر میں کوئی جاب نہیں دے گا۔ خبر بہت جلدی پھیلتی ہے یہاں' عثمان۔''

''میں نے کچھ نہیں کیا۔'' اس کے ماتھے پہ بل پڑے اور جبڑا بھینچ گیا۔

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کے تنفر سے بولی۔

''تم اشعر کے لیے کام کرتے ہو۔ تم اشعر کے آفس بھی جاتے ہو۔ اور یو نو واٹ' فاتح صاحب کو سب معلوم ہے مگر ویڈیو والی بات ان کو نہیں معلوم۔''

"اول تو میں نے کچھ کیا ہی نہیں لیکن اگر آپ فاتح صاحب کو بتائیں گی بھی سہی تو کیا ثبوت دیں گی' ہاں؟" وہ چبھتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ کے بولا۔

میز کے کونے پہ بیٹھی تالیہ اٹھی اور مسکرا کے قدم قدم چلتی اس کے مقابل آرکی۔ "تم نے ہی کہا تھا کہ ایسے معاملے ہمیں خود ہینڈل کرنے چاہئیں' فاتح صاحب کو درمیان میں نہیں لانا چاہیے۔ تو ٹھیک ہے۔ نہیں لاتے۔" اس نے نظریں عثمان پہ جمائے بازو پیچھے کیا اور میز پہ رکھا تہ شدہ کاغذ اٹھا کے سامنے کیا۔

"یہ تمہارا استعفیٰ ہے عثمان۔ اس میں لکھا ہے کہ تم زیادہ اچھی جاب کی تلاش میں بہت افسوس سے یہ جاب چھوڑ رہے ہو۔ اسے سائن کر دو۔"

عثمان کی آنکھوں میں سرخی اترنے لگی۔ وہ اسے گھورتے ہوئے غرایا۔ "اور اگر میں ایسا نہ کروں تو؟"

"تو میں سرگوشی کروں گی کہ تم وسل بلوور ہو اور بٹن کیمرہ کوٹ پہ لگائے تمہاری پارٹی کی تصاویر لیک کر دوں گی۔ اللہ کی قسم' تمہیں سارے شہر میں کوئی اپنا سیکرٹری نہیں رکھے گا۔ یہ تو طے ہے کہ اس آفس میں آج تمہاری آخری شام ہے۔" وہ کاغذ بڑھائے چبا چبا کے کہہ رہی تھی۔ "اب تمہارے پاس دو راستے ہیں۔ عزت سے استعفیٰ دے دو تو میں تمہیں وان فاتح سے ریکمنڈیشن لیٹر لکھوا دوں گی اور تمہیں اچھی جگہ مل جائے گی۔ یا پھر واقعی میں وسل بلوور بن جاؤ اور فاتح صاحب کے دشمنوں کے پاس جا کے ان کے راز اگلنے لگو۔ فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔"

عثمان نے ایک خشمگیں نگاہ اس کے بڑھے ہاتھ میں پکڑے کاغذ پہ ڈالی اور پھر جھپٹ کے کاغذ کھینچا' اسے کھولا اور اوپر لے جا کے سطور پڑھیں۔ اس کے اندر باہر کڑواہٹ گھلتی جا رہی تھی۔

پھر وہ میز تک جھکا۔ کاغذ کو میز کی سطح پہ رکھا اور قلم کھینچ نکالا۔ پھر جھک کے اس پہ دستخط گھسیٹے اور تالیہ کی طرف مڑا۔ وہ اب اس کی طرف گھوم چکی تھی۔

"ایک ماہ کا بونس اور جاب ریکمنڈیشن لیٹر۔ مجھے دونوں چاہئیں۔"

"ڈیل۔" وہ مسکرا دی۔

"اور ایک بات میں آپ کو بتا دوں' جے تالیہ!" اس نے استعفیٰ زور سے اس کے ہاتھ میں تھمایا اور چبا چبا کے بولا۔ "آپ وان فاتح کی کنگ میکر بنتی جا رہی ہیں اور آج تو سب نے آپ کو نوٹس کر لیا۔ سیاسی پارٹی میں نوٹس میں آ جانا بڑی خطرناک بات ہوتی ہے' جے تالیہ۔"

تھوڑی دیر بعد وہ اشعر کے آفس میں بیٹھا بے بسی بھرے غصے سے روداد سنا رہا تھا۔ اشعر کنٹرول کرسی پہ بیٹھا مسکرا کے سن رہا تھا۔ پھر ستائشی انداز میں ابرو اچکائے۔

"جے تالیہ میری امید سے زیادہ گٹس والی ہیں۔ انٹرسٹنگ۔" پھر مسکرا کے آگے ہوا اور تسلی دینے والے انداز میں کہا۔ "تم فکر نہ کرو' میں بھی تمہیں ریکمنڈیشن لیٹر لکھ دوں گا۔ یہ ایک باعزت ایگزٹ ہوگی تمہارے لیے۔"

"میرے لیے ویسے بھی اب یہاں کام مشکل ہو گیا تھا۔" وہ برہمی اور مایوسی کے ملے جلے تاثرات سے کہہ رہا تھا۔

☆☆☆

جدید ملاکہ کے اس ہوٹل کی لابی میں معمول کی چہل پہل تھی۔ ایسے میں ایڈم ایک دفعہ پھر ہوٹل میں داخل ہو رہا تھا۔ صبح کے برعکس اس وقت وہ نروس دکھائی دیتا تھا۔ اس نے سوٹ پہن رکھا تھا جو ادھار مانگا لگتا تھا۔ اور بار بار ٹائی درست کرتا ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

لابی عبور کر کے وہ اندازے سے اس طرف آیا جہاں ہوٹل کے باتھ رومز بنے تھے۔ ایک باتھ روم میں جلدی سے گھسا اور دروازہ بند کیا۔ پھر اندر آ کے آئینے کے سامنے کھڑا ہوا اور کوٹ اتارا پھر سیاہ ٹائی اتار دی اور جیب سے سیاہ پٹی نکال کے کالر پہ

Bow بنا کے گرہ باندھی۔ سفید شرٹ' سیاہ پینٹ اور سیاہ 'بو' کے باعث اب وہ ایک دم سے ویٹر لگنے لگا تھا۔ نیم پلیٹ بھی لگائی تھی۔

پھر اس نے دو تہ شدہ تولیے اٹھائے اور سر جھکا کے باہر نکلا۔ پھر یونہی ویٹرز کی طرح چلتا سر نیہواڑے آ گیا۔ ایک موڑ مڑا تو سامنے سروس روم تھے۔ سنجیدہ شکل بنائے اندر داخل ہوا وہاں چند بیرے اور یونیفارم والی ملازمائیں کام کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ ایک ریک کے سامنے کھڑا ہو گیا اور بظاہر تولیے اور صابن درست کرنے لگا۔

کمرے میں دوسرے لوگ بھی تھے' اور یوں لگتا تھا کہ کوئی مسلسل اسے دیکھ رہا ہے۔ ایک دو دفعہ ڈر کے دیکھا بھی سہی مگر سب اپنے کام میں مگن تھے۔ یہ شفٹ کے بدلنے کا وقت تھا اور ویٹرز اپنے لاکر سے سامان نکال کے گھر جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ ایڈم کے ہاتھ کپکپانے لگے۔ کہیں کوئی پکڑ نہ لے۔ پھر جلدی سے ایک اسٹاف باتھ روم کی طرف آیا اور دروازہ بند کر کے تالیہ کو کال ملائی۔

وہ اس وقت آفس کے ایگزیکٹو کچن میں کھڑی برنر پہ ساس پین میں پانی ابلتے دیکھ رہی تھی۔ چائے کے پتے ساتھ رکھے تھے۔ فون بجا تو اس نے موبائل کان سے لگایا۔

"ہاں شرلاک.... کہاں پہنچی تمہاری تفتیش؟" محظوظ انداز میں پوچھا۔ خلاف توقع اس نے برا نہیں منایا۔ پریشان لگتا تھا۔

"بے تالیہ۔ میں بھیس بدل کے ایک کمرے میں موجود ہوں اور مجھے لگ رہا ہے کہ کوئی مجھے مسلسل دیکھ رہا ہے۔"

"ریلیکس ایڈم۔ کوئی نہیں دیکھ رہا تمہیں۔"

"اف میری جان نکل رہی ہے۔ اگر کوئی میرے سر پہ آ گیا اور کچھ پوچھنے لگا تو میں کیا کروں گا؟ آپ کی بری صحبت کا اثر ہے جو میں بھی لوگوں کو Con کرنے لگ گیا ہوں۔"

"کسی کو Con کرنے کا سارا آرٹ اسی لفظ Con میں چھپا ہے۔ Con یعنی کانفیڈنس' ایڈم! تم جتنے اعتماد سے کردار نبھاؤ گے اتنے کامیاب ہو گے۔"

وہ اب پتے اندر جھونک رہی تھی۔ قدموں کی چاپ سنائی دی تو بالکل نہیں مڑی۔ جانتی تھی پیچھے کون ہے جس کو چائے کی طلب ہو رہی ہے۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ کون مجھے دیکھ رہا ہے؟"

"اگر تمہیں یہ معلوم کرنا ہے کہ مجمع میں سے کون تمہیں دیکھ رہا ہے تو جمائی لو۔"

"ہیں؟" وہ حیران ہوا۔

"جمائی contagious ہوتی ہے۔ کسی کو لیتے دیکھ کے ہمیں بھی آنے لگتی ہے۔ تمہیں دیکھنے والے کو دور سے بھی تمہیں جمائی لیتے دیکھ کے جمائی آئے گی۔ اور تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون تمہیں گھور رہا ہے۔"

فون رکھ کے گردن موڑی تو فاتح چوکھٹ سے ٹیک لگائے' سینے پہ بازو لپیٹے مسکرا کے اسے دیکھ رہا تھا۔ "جمائی؟ سیریسلی؟"

"یوسی.... میں کچھ لوگوں کی ٹیچر بھی ہوں۔" مسکرا کے شانے اچکائے اور واپس چائے کی طرف پلٹ گئی۔ اس نے بازو نیچے کیے اور قدم قدم چلتا قریب آیا۔

وہ راہ داری میں آگے بڑھ رہی تھی کہ اشعر کے آفس سے نکلتے ایک آدمی کو دیکھ کے رکی۔ وہ سوٹ میں ملبوس باوقار سا آدمی فائل اٹھائے نکل رہا تھا۔ تالیہ ٹھہر گئی۔ یک ٹک اس کو دیکھنے لگی۔ ابھی چند روز قبل تو اس نے اس آدمی کو خواب میں دیکھا تھا۔ وہ اپنے آفس میں کھڑا شیشے کی دیوار سے نظر آ رہا تھا اور تالیہ راہ داری کی شیشے کی دیوار پہ زرد پوسٹرز چسپاں کر رہی تھی۔ جھماکے کی طرح اسے یہ منظر یاد آیا۔

وہ آدمی اشعر سے آخری بات کہہ کے باہر نکلا تو تالیہ کو وہاں کھڑے دیکھا۔ ذرا سا مسکرایا اور آگے بڑھ گیا۔ وہ گردن موڑ کے اسے دیکھتی چوکھٹ تک

چلی آئی۔ اشعر جو کرسی پہ ٹیک لگائے تنہا سا بیٹھا تھا' سیدھا ہوا۔
''جی تالیہ۔''
''یہ....کون صاحب تھے؟''
''یہ ادیب بن سو ہیں۔ معروف سیاست دان۔ کچھ دن پہلے امریکہ گئے تھے۔ آج ہی واپس آئے ہیں۔ اب یہ آپ کو اکثر یہاں نظر آئیں گے۔'' اشعر مسکرا کے بتا رہا تھا۔ وہ 'ہوں' کر کے سوچتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ اشعر بے اختیار جگہ سے اٹھ گیا۔
''آپ نے کبھی بتایا نہیں اپنی شادی کا....اور اپنی ڈائیورس کا۔'' شائستگی سے پوچھا تو وہ ہلکا سا مسکرائی۔
''آپ نے کبھی پوچھا ہی نہیں۔'' وہ میز کے دوسرے سرے پہ اس کے مقابل آ کھڑی ہوئی تھی۔ ایک ہاتھ سے بیگ کا اسٹریپ تھام رکھا تھا۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی۔
''ویل....آپ گھر جا رہی ہیں؟''
''تھوڑی دیر تک۔ بس ڈسپنسر کی طرف جا رہی تھی پانی پینے تو ان صاحب کو دیکھ کے رکی۔''
''میرے آفس کا پانی زیادہ صاف ہے۔'' وہ مسکرا کے کہتا میز کے پیچھے سے نکلا اور سائیڈ ٹیبل تک آیا۔ ٹھنڈی بوتل فریج سے نکالی اور واپس آ کے اسے تھمائی۔
''شکریہ اشعر صاحب۔'' اس نے مسکرا کے بوتل پرس میں رکھی۔ اور مڑنے لگی تو وہ جلدی سے بول اٹھا۔
''اگر آپ نے کھانا نہیں کھایا تو ہم ساتھ ڈنر کر سکتے ہیں۔ اصل میں کارنر پہ ایک بہت اچھا نیا ریستوران کھلا ہے اور میں نے ان کا کھانا ابھی ٹرائی نہیں کیا۔ سوچ رہا تھا کہ آپ کا ٹیسٹ....''
''میں نو بجے وہاں پہنچ جاؤں گی۔ لوکیشن ٹیکسٹ کر دیجیے گا۔'' وہ بات کاٹ کے بولی تو اشعر گنگ رہ گیا۔ اسے تالیہ سے اتنی جلدی ہامی بھرنے کی امید نہ تھی۔

وہ جس طرح آئی تھی' ویسے ہی چلی گئی۔ اور وہ خوش گوار حیرت میں گھرا رہ گیا۔

☆☆☆

ہوٹل کے اسٹاف روم میں ایڈم مسلسل جمائی لیتا ٹرالی پہ چیزیں جوڑ رہا تھا۔ کن اکھیوں سے وہ اطراف کا جائزہ بھی لے رہا تھا۔ سب اپنے اپنے کاموں میں لگے تھے۔ کوئی بھی جمائی نہیں لے رہا تھا۔ جے تالیہ کو تو اللہ پوچھے۔
وہ ٹرالی دھکیلتا باہر نکلا ہی تھا کہ پیچھے سے گرج دار آواز آئی۔
''اے سنو....تم کون ہو؟''
ایڈم نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی۔ (میں قدیم ملاکہ کے محلات میں سلطان بنداہارا' شہزادی' ملکہ وغیرہ کے ساتھ چہل قدمی کرنے کا شرف حاصل کر چکا ہوں۔ اور تو اور میں وقت میں بھی سفر کر چکا ہوں اور وہ بھی اصل میں کیونکہ میری گردن پہ نہ مہر بنی نہ میری یادداشت کھوئی۔ تو تم کیا چیز ہو' ہونہہ)
اور پھر پورے اعتماد سے مڑا۔ سامنے فرنچ کٹ والا ہیڈ ویٹر کھڑا اسے گھور رہا تھا۔
''سر میری نائٹ شفٹ ہے آج۔ اور میں کب سے آپ کو ڈھونڈ رہا ہوں۔ آپ کو مینیجر صاحب اپنے آفس میں بلا رہے ہیں۔ وہاں ہنگامہ ہوا کھڑا ہے۔ آپ کے گھر سے کوئی خاتون بھی ہیں وہاں اور....'' رازداری سے آواز آہستہ کی۔
''کسی ویٹرس کو بھی پیش ہونے کا حکم دیا ہے انہوں نے۔''
''کیا مطلب؟'' وہ تعجب مگر ہلکی سی پریشانی سے بولا اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ ایڈم نے گہری سانس لی اور جلدی سے ٹرالی دھکیلتا آگے بڑھ گیا۔
اسے عمر سے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ ہیڈ ویٹر شادی شدہ لگتا ہے اور پھر بیویاں تو سب کی شکی ہوتی ہیں۔ تیر نشانے پہ لگا یا نہیں' اس کی خلاصی ہو گئی تھی۔
وہ پانچویں منزل پر آیا جہاں اس کمرے کا بند

دروازہ تھا جس کے اندر کیمرہ لگا تھا۔ ٹرالی اس نے ایک طرف رکھی۔ ماتھے پہ پی کیپ جمائی اور خاموشی سے آگے بڑھ کے فائر الارم بجادیا۔ پھر جلدی سے اوٹ میں ہوگیا۔

الارم زور زور سے چنگھاڑنے لگا۔ چند لمحوں میں یکے بعد دیگرے دروازے کھلے اور لوگ باہر بھاگنے لگے۔ ایڈم اوٹ سے دیکھنے لگا۔ دفعتاً مطلوبہ کمرے کا دروازہ بھی کھلا اور ایک نوجوان تیزی سے باہر آیا۔ ڈریس شرٹ اور پینٹ میں ملبوس وہ خوش شکل اور مہذب سا ـــ نوجوان تھا۔ دوسرے مہمانوں کے ساتھ وہ بھی فائر ایگزٹ کی طرف بھاگا۔

اس کے جاتے ہی ایڈم تیزی سے اندر داخل ہوا اور دروازہ بند کیا۔ اس کے ہاتھ پھر سے کپکپانے لگے تھے۔ جلدی سے گلدان تک آیا اور اسے ایک طرف کیا۔ بلب میں لگے کیمرے کو فکس کیا تاکہ اب منظر درست نظر آئے۔ گڈ۔ پھر مڑا اور ادھر ادھر دیکھا ۔ میز پہ چند کاغذات رکھے تھے۔ اس نے جلدی جلدی ان کو کھنگالا۔ وہاں کچھ خاص نہ تھا۔ وہ آدمی اپنا والٹ وغیرہ ساتھ لے گیا تھا۔ بریف کیس بھی لاکڈ تھا اور لیپ ٹاپ کو وہ اتنے کم وقت میں کھولنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ کیا کرے؟

پھر ایک دم وہ گھوما۔ وہ فلاور بکے جو ہوٹل کے مہمانوں کے استقبال میں کمرے میں پہنچایا جاتا تھا وہ سامنے میز پہ رکھا سوکھ رہا تھا۔ ایڈم نے جھپٹ کے اس پہ رکھا کارڈ اٹھایا۔

''ہم مسٹر فہمی بن سلام کو خوش آمدید کہتے ہیں۔''

وہاں اس آدمی کا نام لکھا تھا۔ اس نے مسکرا کے نام ازبر کیا اور کارڈ واپس رکھ کے تیزی سے باہر نکلا۔ لوگ ابھی تک راہ داری میں بھاگتے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ پی کیپ سر پہ ترچھی کیے رش کے درمیان گم ہوگیا۔

☆☆☆

وہ ریستوران سمندری غذا کھانے والوں کے لیے خاص بنایا گیا تھا، اندر سرخ مدھم سی روشنیاں بکھری تھیں اور ماحول کو خواب ناک اور پراسرار سا بنا رہی تھیں۔ فضا میں مچھلی اور تلے ہوئے جھینگوں کی خوشبو پھیلی تھی۔ بالائی منزل پہ شیشے کی دیوار کے ساتھ والی کرسی پہ اشعر محمود منتظر سا بیٹھا بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا۔

ادھر سوئی نو اور بارہ پہ آئی' ادھر سامنے گلاس ڈور دھکیلتی تالیہ اندر داخل ہوتی دکھائی دی۔ آتے ہی اس نے آتے کے ساتھ ہی گردن دائیں بائیں گھمائی۔ وہ اسی فراک' پھول دار رومال اور اونچی پونی والے حلیے میں تھی۔ سیاہ بڑا سا پرس بھی کہنی پہ تھا۔ اشعر پہ نظر پڑی تو ہلکا سا مسکرائی اور سیدھ میں چلتی آئی۔

وہ مسکرا کے اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے لیے کرسی کھینچی۔ تالیہ نے نشست سنبھالی' پرس قدموں میں رکھا اور کہنیاں میز پہ رکھ کے بڑی فراغت سے اشعر کو دیکھا جواب سامنے بیٹھ رہا تھا۔

دونوں کے درمیان کانچ کی صراحی میں رکھا ایک تازہ سرخ گلاب حائل تھا۔ سرخ مدھم روشنیوں سے مزین ہال کے کونے میں وہ شیشے کی دیوار کے ساتھ میز کے دونوں اطراف اب بیٹھ چکے تھے۔

''آج آپ کے بارے میں بات کریں گے' تالیہ۔'' وہ مسکرا کے گویا ہوا۔ ''سو آپ کا ایکس ہزبینڈ کیا کرتا تھا؟''

ہتھیلی پہ تھوڑی رکھے تالیہ نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔ ''آپ دونوں نے تھائی لینڈ میں ایک ایکسپورٹ پراجیکٹ ساتھ کیا تھا اور اس سے پہلے آپ اس سے سنگاپور کے سفر کے دوران ٹرین میں ملے تھے۔''

اشعر حیرت زدہ رہ گیا۔ ''آپ کے ایکس ہزبینڈ کو؟''

''نہیں اشعر صاحب۔ میں اس آدمی کی بات کر رہی ہوں جو گھاٹل غزال کی بولی لگا کے مسز عصرہ کو بدنام کرنے جا رہا تھا۔ جعفر صاحب' اس آدمی اور آپ کا کنکشن ڈھونڈ لیا ہے میں نے۔''

اشعر کی مسکراہٹ مدھم ہوئی۔ وہ بنا پلک جھپکے اسے دیکھتا ذرا پیچھے ہوا۔ "تالیہ میں سمجھا نہیں۔"

"اور اگر میں یہ ڈھونڈ سکتی ہوں تو یہ بھی جانتی ہوں کہ وان فاتح کو فنڈز کی کمی کا شکار کرنے اور سن بائو کا گھر بیچنے پہ مجبور کرنے والے بھی آپ ہیں۔ ان کی دکانوں میں آگ بھی آپ نے لگوائی تھی اور شیئرز کو ڈبونے میں بھی آپ کا ہاتھ تھا۔ ہمارا یہ ڈنر میرے بارے میں نہیں' آپ کے بارے میں بات کرنے کے لیے ہے' ایش!" ہتھیلی پہ چہرہ رکھے پلکیں جھپکا جھپکا کے اسے دیکھتی وہ کہہ رہی تھی پھر پرس میں ہاتھ ڈال کے ایک تہہ شدہ کاغذ میز پہ رکھا۔

اشعر چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ پھر ایک دم کھل کے ہنس پڑا۔

"اور جے تالیہ کو لگا کہ عبداللہ اور عثمان کے بعد وہ مجھ سے بھی استعفیٰ پہ دستخط کروالیں گی۔ نہیں نہیں تالیہ۔ اتنی جلدی نہیں۔" وہ ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلا رہا تھا۔

"یو سی' میں عثمان نہیں ہوں جو چپ چاپ کاغذاتِ نامزدگی واپس لے لوں گا یا عبداللہ جس کو ڈرا دھمکا کے آپ وان فاتح سے معافی مانگنے پہ مجبور کر دیں گی۔" پھر آگے کو جھکا اور مسکرا کے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ "میں اشعر محمود ہوں۔ میں..... کنگ میکر ہوں۔ میں ابھی جا کے وان فاتح کے سامنے بہانگِ دہل کہہ سکتا ہوں کہ یہ سب میں نے کیا ہے۔ اور وہ چپ رہیں گے۔ نہ وہ میرے خلاف پولیس میں جا سکتے ہیں۔ نہ پریس میں۔ خاندانی کی بدنامی ان کو لے ڈوبے گی۔ سو..... یو سی....." کندھے اچکائے۔

"میرے ساتھ یہ استعفوں پہ دستخط کروانے والے tantrums نہیں کام کریں گے۔"

وہ ابھی تک مسکرا کے دلچسپی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"آپ نے شہزادی تاشہ والی کہانی سنی ہے' ایش؟"

"وہ بنداہارا کی بیٹی؟ ہاں کورس میں پڑھی تھی۔"

"اس نے ابوالخیر نامی امیر اور بدعنوان سوداگر سے مسجد کے نام پہ چندہ لیا تھا۔ تاریخ کہتی ہے کہ اس کی نیت نیک تھی اور مسجد واقعی بنی تھی' مگر میں آپ کو بتاؤں' ایش....."

مسکرا کے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ "اسے نہ مسجد کی ضرورت تھی' نہ چندے کی۔ اسے اس طاقت کی ضرورت تھی جو ابوالخیر جیسے دولت مند آدمی کو اپنا حلیف بنانے پہ اسے ملنے والی تھی۔ یہ استعفیٰ نہیں ہے۔" اس نے کاغذ کھولا تو وہ کورا تھا البتہ اس کے اندر ایک اور ننھا کاغذ رکھا تھا جس کو دیکھ کے اشعر چونکا۔

"یہ....."

"میں نے فاتح صاحب سے کہا کہ ان کے گھر میں ایک خزانہ ہے جو الیکشن میں ان کے کام آئے گا۔ وہ کیوں گھر بیچیں یا قرضہ لیں؟ وہ اس خزانے کو استعمال کیوں نہ کریں؟" اور ننھا کاغذ اس کے سامنے رکھا۔ اشعر نے نظریں جھکا کے اس کاغذ کو دیکھا۔

وہ ایک چیک تھا۔ اشعر محمود کی چیک بک کا چیک۔

"آپ نے مجھ سے پانی اس لیے مانگا کیونکہ آپ کو میری میز پہ رکھی چیک بک سے ایک چیک پھاڑنا تھا' پانچ سیکنڈز میں آپ نے یہ کیسے کیا' تالیہ۔ میں حیران ہوں۔"

"کیونکہ وہ خزانہ آپ ہیں اشعر صاحب۔" وہ ہنوز مسکرا رہی تھی۔ "آپ مجھے اس چیک پہ لکھی رقم سائن کر کے دیں گے۔ آپ آج سے وان فاتح کی کیمپین کو فنڈ کریں گے۔ میں آپ کو استعفیٰ دینے کے لیے مجبور کرنے نہیں آئی۔ میں آپ کو واپس اپنے کیمپ میں دعوت دینے آئی ہوں۔"

اشعر کے تاثرات بدلے۔ ماتھے پہ بل پڑے۔ لب بھینچ لیے۔ ایک سخت نگاہ اس پہ ڈالی۔

''اور میں چیئر مین الیکشن چھوڑ کے آبنگ کی کیمپین میں کیوں شامل ہوں گا' ہاں؟''

''کیونکہ آپ ابھی تک ان کو آبنگ (بھائی) کہتے ہیں۔ کیونکہ جب سے آپ نے ان کے خلاف کاغذات جمع کروائے ہیں آپ سوشل گیدرنگز سے کٹ گئے ہیں۔ لوگ آپ کو وہ پروٹوکول نہیں دے رہے جو وان فاتح کے سائے میں ہونے کی وجہ سے دیتے تھے۔ آپ اکیلے رہ گئے ہیں اور آپ نے عمر کا ایک بڑا حصہ فاتح کا کنگ میکر بن کے گزارا ہے۔ ان سے الگ ہونا آپ کو اندر سے دکھی کر رہا ہے۔ آپ ان کو مس کرتے ہیں' ایش۔ اور آپ کو میرا ایش کہنا ان کی یاد دلا رہا ہے۔

آپ ان کا جتنا برا چاہ لیں' آپ کے اندر کا وہ ٹین ایج لڑکا جو بہن اور بہنوئی کے ساتھ چھٹیاں گزارنے جایا کرتا تھا' وہ آج بھی وان فاتح کی توجہ حاصل کرنے کا متمنی ہے۔ بے چین ہے۔ آپ الیکشن اس لیے جیتنا چاہتے ہیں تاکہ فاتح کو کچھ بن کے دکھا دیں۔ آپ.... ان کے ساتھ.... کام کرنے کو.... مس کرتے ہیں' ایش!'' زور دے کر وہ ایک ایک لفظ ادا کر رہی تھی اور اشعر کے جبڑے کی رگیں بھنچ چکی تھیں۔ آنکھوں میں گلابی پن نظر آنے لگا تھا۔ چبھتی ہوئی نظریں تالیہ پہ جمی تھیں۔

''آپ کو لگتا ہے کہ آپ کے اور فاتح کے حالات اتنے خراب ہو چکے ہیں کہ واپسی کا کوئی راستہ نہیں مگر یہ غلط ہے۔ میں آپ کو واپسی کا ٹکٹ دینے آئی ہوں۔ یہ آپ کی واپسی کی قیمت ہے۔ اسے ادا کریں اور واپس آ جائیں۔''

وہ چپ چاپ اسے دیکھے گیا۔ کچھ نہیں بولا۔

''آپ ایکسپورٹ کے بزنس سے وابستہ ہیں۔ اگر فاتح صاحب حکومت میں آئے تو میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ کاروباری اصلاحات کا وہ بل پاس کروائیں گے جس کا مسودہ آپ کب سے تیار کر رہے ہیں۔ آپ کے آفس کا ہر ورکر جانتا ہے آپ اس بل کے بارے میں کتنے پکے ہیں۔ ہم آپ کو ایک۔۔ حکومت دیں گے۔ آپ کو آپ کا پسندیدہ بل مل جائے گا اور ہمیں پارٹی فنڈز۔

اور اگر آپ یہ نہیں کرتے تو آپ اکیلے رہ جائیں گے۔ ٹریلر آپ ایک ہفتے سے دیکھ رہے ہیں۔ پوری فلم زیادہ بھیانک ہوگی۔ زیادہ کے چکر میں تھوڑے سے بھی محروم نہ ہوں' ایش!'' اور پھر وہ کرسی دھکیلتی اٹھی اور بیگ اٹھالیا۔ وہ ابھی تک چبھتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ بھنچی مٹھیاں چیک پہ رکھی تھیں۔

''آپ جمعے تک سوچ لیں۔ جمعے کو کاغذات واپس لینے کی آخری تاریخ ہے۔ میں آپ کو کھونا نہیں چاہتی۔ میں چاہتی ہوں کہ ہم سب ساتھ مل کے چلیں۔ جمعے کی صبح آپ اس چیک کو سائن کر کے دے دیں گے تو یہ آپ کی واپسی ہوگی۔ نہیں دیں گے تو بھی ہم عزت سے راستے الگ کر لیں گے اور پھر.... الیکشن جیسے فورم پہ ملاقات ہوگی۔ اور خاندان کی بدنامی آپ دونوں کو لے ڈوبے گی۔''

اشعر بس چپ چاپ اسے دیکھے گیا۔ لب سختی سے بھنچ رکھے تھے۔

''اور وہ ایک منی لانڈر تھا۔ اسی لیے ہماری علیحدگی ہوئی اور میں نے پھر....'' انگلی کی انگوٹھی دکھائی۔ ''ایک دوسرے آدمی سے شادی کر لی جو ابھی تک قائم ہے۔''

اشعر کے لبوں پہ تلخ مسکراہٹ ابھری۔ سر کو خم دیا۔ نظریں اس پہ جمی تھیں۔ ''اور وہ کیا کرتا ہے۔''

''وہ؟'' تالیہ اداسی سے مسکرائی۔ ''وہ ایک ایڈونچرر ہے۔ مہم جو۔'' اور پرس کندھے پہ ڈالتی مڑ گئی۔

اس کے باہر نکلتے ہی اشعر نے غصے سے چیک اٹھایا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پرے اچھال دیے۔ کاغذ کے ٹکڑے شیشے کی دیوار سے ٹکرا کے فرش پہ بکھر گئے۔ سرخ روشنیاں اس کے اردگرد.....

☆☆☆

جمعرات کی شام وان فاتح کی پرسنل ایڈ خاتون

جب فاتح کے ساتھ آفس میں داخل ہوئی تو اسے عثمان کی خالی میز پہ ایک لفافہ رکھا نظر آیا۔ جس کے اوپر پیپر ویٹ رکھا تھا۔

وہ بارش بھری ایک گیلی صبح تھی۔ فاتح دو افراد کے ساتھ تیز تیز چلتا سیدھا اندر آفس چلا گیا تھا۔ وہ لوگ ابھی ابھی ایک میٹنگ سے واپس لوٹے تھے اور سیدھا آفس آئے تھے۔ عثمان کے نہ ہونے سے کام بڑھ گیا تھا اور وہ اس کی میٹنگز کا حساب کتاب بھی رکھ رہی تھی۔ سیاہ بیگ سامان سے بھرا آج بھی کہنی پہ تھا اور گلے میں مختلف رنگ کا پھول دار رومال گلابی فراک کے ساتھ سادہ حلیے کی عکاسی کر رہا تھا۔

لفافہ دیکھ کے وہ میز تک آئی اور تیزی سے اسے اٹھایا۔ پھر اندر ہاتھ ڈال کے باہر نکالا تو دیکھا.... وہ اشعر کا دستخط شدہ چیک تھا۔ تالیہ مسکرا دی۔

ساتھ میں ایک دوسرا کارڈ بھی تھا۔ اس نے وہ کھولا۔

وہ ایک ہائی پروفائل ڈنر تھا جو ویک اینڈ کی شام ہونا تھا۔ وہاں وزیر اعظم صوفیہ رحمن بھی مدعو تھی۔ وان فاتح ایسے ڈنرز کم اٹینڈ کرتا تھا مگر اشعر ضرور جایا کرتا تھا۔ اس کی حمایت اس بات سے مشروط تھی کہ وان فاتح اس کی تجاویز بھی سنا کرے گا اور اشعر کی پہلی تجویز اس کارڈ کی صورت تھی۔

اس کو اٹینڈ کرنا اب لازم تھا۔ اشعر محمود ایک حلیف کے ساتھ اب ڈونر بھی بن چکا تھا اور کوئی سیاست دان اپنے ڈونر کو انکار نہیں کر سکتا۔

تالیہ نے مسکرا کے دونوں چیزیں خاموشی سے اپنے بیگ میں رکھ لیں۔ اسے جو کرنا تھا' صبح کرنا تھا۔

☆☆☆

اشعر محمود کے قلعے نما گھر کا لان رات کے وقت برقی پولز کی سفید روشنی میں نہایا کھڑا تھا۔ لکڑی کی کینوپی کے سائے تلے مادہ ہرن اپنے ننھے غزالوں کو لیے گھاس پہ بیٹھی تھی۔ اس کی بڑی بڑی بے تاثر آنکھیں قلعے پہ جمی تھیں جس کی کھڑکیاں روشن نظر آ رہی تھیں۔

اندر لاؤنج میں لٹکتے سارے فانوس روشن تھے۔ پرتعیش صوفوں پہ عصرہ ٹیک لگائے تیوری چڑھائے بیٹھی تھی اور اشعر اس کے سامنے آگے ہو کے بیٹھا منت بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''کاکا.... پلیز میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔''

''ایش مجھے تم سمجھ میں نہیں آتے۔'' عصرہ نے بے اختیار کنپٹی چھوئی۔ بھورے بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا بنائے' وہ سادہ با جو کرنگ اور کندھے پہ اسٹول جمائے اس وقت ایک ٹوٹی بکھری ہاؤس وائف لگ رہی تھی۔

''تم نے اتنے مہینے مجھ سے فاتح کی مخالفت کروائی اور اب جب کہ میرا دل بھی کھٹا ہو چکا ہے تم چاہتے ہو کہ ہم اس کی حمایت شروع کر دیں۔''

''میں نے آبنگ کی مخالفت نہیں کروائی آپ سے۔ میں نے صرف اقتدار میں پہنچنے کا بہتر راستہ ڈھونڈنا چاہا تھا لیکن کاکا....'' وہ اسے دیکھ کے نرمی سے کہہ رہا تھا۔ ''میں آبنگ کے ہوتے ہوئے چیئر مین نہیں بن سکتا۔ وزیر اعظم تو دور کی بات ہے۔ اس لیے پلیز.... ہم دونوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ ہم آبنگ کی حمایت کریں۔''

''میں نے اس کی فائل چرائی' ایش!'' وہ ابرو چڑھائے برہمی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ''میں نے فاتح کو دھوکہ دیا۔ ایک ہفتے سے ہماری بات چیت بند ہے۔ اب میں کس منہ سے اسے کہوں کہ ہم نے صلح کرنی ہے؟'' اشعر نے ابرو اچکائے اور کندھے جھٹکتا پیچھے ہوا۔

باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ